Total DamageBook

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222132
UNIVERSAL
LIBRARY

OUP 552—7-7-66—10,000

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. Accession No.

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

طوطا کہانی باتصویر

شیخ غلام علی برکت علی تاجران کتب لاہور کشمیری بازار
اپنے علمی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام [illegible] چھپوایا

749

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

CHECKED 1963

احسان اُس خدا کا کہ جس نے دریائے سخن کو اپنے ابرِ کرم سے گوہر مستی بخشا۔ اور زبان کو واسطے حمد کے گویا کیا۔ جناب آخر الزمان کو ہم گنہگاروں کی شفاعت کے واسطے رحمۃ للعالمین پیدا کیا، جس کے سبب سے ارض و سما نے قیام پایا۔ میر حسن ؎

غزل

CHECKED 1963

وُہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے !! — قلم جو لکھے اس سے افزود ہے
پیغمبر کو بھیجا ہمارے لئے — اور امام سب اُس نے پیدا کئے
سبھوں کا وُہی دین و ایمان ہے — یہ ہیں دل تمام اور وہی جان ہے
ترو تازہ ہے اس سے گلزارِ خلق — وُہ ابرِ کرم ہے ہوا دارِ خلق !
اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے !!! — ولے پرورش سب کی منظور ہے
کسی سے نہ بر آوے کچھ کام و جان — جو وہ مہرباں ہو تو کُل مہربان
اگرچہ یہاں کیا ہے اور کیا نہیں — پر اس بن تو کوئی کسی کا نہیں

سید حیدر بخش متخلص بہ حیدری شاہجہان آبادی تعلیم یافتہ خاص مجلس نواب علی ابراہیم خاں بہادر مرحوم شاگرد غلام حسین غازی پوری دست گرفتہ صاحب عالیجناب سخنداں آبرو بخش سخنوراں معدن مروت و چشمہ فتوت دریائے جود و کرم منبع علم و حلم صاحب ذوالاشان کلکٹر صاحب بہادر مرحوم دام اقبالہٗ کا ہے۔ اگرچہ تھوڑا بہت ربط موافق اپنے حوصلے کے عبارت فارسی کا بھی ہے۔ لیکن بموجب فرمائش صاحب موصوف کے ۱۲۱۱ھ موافق ۱۷۹۶ء کے حکومت میں سرگرداں بر جہاں جائے غریباں و بیکساں زبدۂ رئیسان عظیم الشان مشیر خاص شاہ کیواں بارگاہ انگلستان مارکوئیس ولزلی گورنر جنرل بہادر دام اقبالہٗ کی محمد قادری کے واسطے نامہ جس کا نام بانمد طوطی نامہ ضیاء الدین بخشی ہے۔ زبان ہندی میں موافق

محاورہ اُردو کے نثر میں عبارت و خوب الفاظ رنگین و مرغوب سے ترجمہ کیا۔ اور نام اس کا طوطا کہانی رکھا۔ تاکہ صاحبان نوآموز کے فہم میں آجاوے۔ اور ہیچمدان ہر ایک اہل سخن سے اُمید رکھتا ہے۔ کہ جو کوئی چشم غور سے اس ترجمہ کو ملاحظہ کرے۔ اور غلطی معنی یا بمُرادِ طلبی الفاظ پر نظر پڑے تو شمشیر قلم سے مانند سرِ دشمن اس کو صفحۂ ہستی سے اُڑا دے۔

ابیات

جو بہر صلاح اس پہ رکھتے قلم　　الٰہی نہ دینا کبھی اس کو غم

الٰہی بحق امام انام　　یہ جلدی ہو مجھ سے کہانی تمام

آمدم بر سرِ مطلب سننا چاہیئے۔ کہ اس میں کیا کیا خُونِ جگر کھایا۔ اور کیسا کیسا مضمون باندھا ہے

پہلی داستان میموں کے پیدا ہونے اور خجستہ سے بیاہے جانے کی

اگلے دولت مندوں میں سے احمد سلطان نام ایک شخص بڑا مالدار اور صاحب تاج تھا۔ کہ ہزاروں گھوڑے اور پندرہ سو زنجیر فیل اور نو سو قطار بار برداری اونٹوں کی اس کے در دولت پر حاضر رہتے تھے۔ پر اس کے لڑکا بالا کوئی نہ تھا۔ کہ گھر اپنے باپ کا روشن کرتا۔ میرحسن

اِسی بات کا اس کے دل پہ تھا داغ　　نہ رکھتا تھا وہ اپنے گھر کا چراغ

اسی واسطے صبح و شام خدمت میں خدا پرستوں کی جاتا اور ان سے درخواست دعا کیا کرتا غرض تھوڑے ہی دنوں میں خالق زمین و آسمان نے ایک بیٹا مہ جبین خوبصورت مہرچہرہ اسے بخشا۔ احمد سلطان اس خوشی سے پھول کی مانند کھلا۔ اور نام اس کا میمون رکھا۔ کئی ہزار روپیہ فقیروں کو سجدۂ شکر کا بجا لایا۔ اور یہ بیت پڑھنے لگا۔ میرحسن

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار　　نہ ہو تجھ سے مایوس امیدوار

دوگانہ غرض شکر کا کر ادا!　　تہیہ کیا شاہ نے جشن کا!

غرض کہ تین مہینے تک شہر کے امیروں اور وزیروں اور داناؤں فاضلوں اور اُستادوں کی ضیافتیں کیں۔ جواہر کی کشتیاں بعضوں کے آگے رکھیں۔ اکثروں کو خلعت بہت بھاری دیئے۔ جس وقت وہ لڑکا سات برس کا ہوا۔ واسطے تربیت کے ایک استاد کامل کے سپرد کیا۔ میرحسن ؎

معلم اتالیق منشی ادیب ۔ ہر اک فن کے استاد بیٹھے قریب
کیا قاعدہ سے شروع کلام ۔ پڑھانے لگے علم اس کو تمام

اور کتنے ایک دنوں میں الف ب ت ث سے لے کر گلستان اور انشاء ہرفن و جامع القوانین و ابوالفضل و یوسفی و رقعات جامی تک پڑھا دیا۔ بلکہ عربی کو بھی تحصیل کیا۔ میر حسن سے

دیا تھا کہ بس حق نے ذہن رسا ۔ کئی سال میں علم سب پڑھ چکا
معانی و منطق بیان و ادب ۔ پڑھا اس نے منقول معقول سب
خبردار حکمت کے مضمون سے ۔ غرض جو پڑھا اسے قانون سے

اور قاعدہ نشست برخاست مجلس بادشاہ کا اور طریقہ عرض معروض کا ان سے سیکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ بعض فنوں میں آپ پر بھی سبقت لے گیا۔ جب باپ نے دیکھا کہ بیٹا جوان ہوگیا۔ تب ایک عورت صاحب جمال گل اندام خجستہ نام کے ساتھ بیاہ کر دیا۔ دونوں آپس میں عیش و عشرت کرنے لگے۔ اور کسی وقت جدا نہ ہوتے تھے۔ غرض کہ یہاں تک شیفتہ و فریفتہ ہوئے کہ عاشقی و معشوقی کے درجے سے گذر گئے۔ اتفاقاً ایک دن شہزادہ پالکی پر سوار ہو کر بازار میں گیا۔ اور دیکھا کہ ایک شخص بازار میں ایک طوطا کا پنجرہ ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ اس نے بیچنے والے سے پوچھا کہ اے شخص اس طوطے کا مول کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ خداوند اس کو ہزار روپیہ سے

کم نہ بیچوں گا۔ میموں نے کہا۔ خیر معلوم ہوا کہ جو اس کو ایک مشت ہزار روپیہ دے کر لے۔ اس کے برابر دوسرا بے وقوف نہ ہوگا۔ کیونکہ ایک نوالہ کی کا ہے۔ جب طوطے والا اس کا جواب نہ دے سکا۔ تو طوطے نے کہا۔ اگرچہ یہ دولت مند مجھے خرید نہ کریگا۔ تو موجب میری جدائی اور بدنامی کا ہے۔ کیونکہ صحبت لوگوں کے سبب زیادتی عقل اور عزت کا ہے۔ اس سے محروم رہوں گا۔ تب طوطے نے جواب دیا کہ اے جوان خوش رہو اگرچہ میں تیری آنکھوں میں

حقیر اور ضعیف ہوں لیکن از بسکہ دانائی اور عقل کے عرش پر سرفراز ہوں۔ اور ہر ایک اہل سخن میری خوش گوئی اور شیریں زبانی پر حیران ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ مجھے خرید لے۔ اس واسطے کہ علاوہ خوش گوئی کے مجھ میں کئی عجیب کرشمے ہیں۔ شمہ اس کا یہ ہے۔ کہ میں حقیقت [illegible] مستقبل اور حال سے خبر رکھتا ہوں۔ اگر حکم ہو تو ایک بات فائدہ کی عرض کروں۔ تب اس نے کہا کہ کیا کہتا ہے۔ کہہ۔ تب طوطے نے کہا۔ بعد کئی دن کے ایک قافلہ سوداگروں کا اس شہر میں سنبل خریدنے آویگا تم ابھی سے شہر کے تمام دوکانداروں سے سنبل خرید کر اپنے پاس رکھو جس گھڑی وہ کاروان آویگا اور سوائے آپ کے اس شہر میں کسی کے پاس سنبل نہ پاویگا۔ تو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ یہ بات طوطے کی اس کو خوش آئی۔ اور ہزار روپے کو اس شخص سے خرید کر اس طوطے کو اپنے گھر لے آیا اور سب سنبل فروشوں کو بلا کر سنبل کی قیمت پوچھی۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ جتنا ہماری دکانوں میں سنبل ہے۔ دس ہزار روپیہ اس کی قیمت ہوتے ہیں۔ میمون نے اسی دم دس ہزار روپیہ خزانہ سے دلوا کر خرید لیا۔ اور ایک مکان میں رکھوا دیا۔ بعد دو تین دن کے کابل کے سوداگر اس شہر میں آ داخل ہوئے اور تلاش سنبل کی کرنے لگے۔ جب کہیں نہ پایا تب میمون کے پاس آ کر سنبل بہت تمام چوگنی قیمت دے کر خریدا۔ اور اپنے شہر کو گئے۔ تب میمون اس سے بہت خوش ہوا اور جان سے زیادہ عزیز رکھنے لگا۔ اور ایک مینا بھی خرید کر کے اس کے پاس رکھی۔ اس واسطے کہ عالم تنہائی میں وحشت نہ ہو۔ کہ عقلمندوں نے کہا ہے۔ بیت

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز ۔۔۔ کبوتر با کبوتر باز با باز

غرض اس طوطے کو بھی مینا کے پاس رکھا کہ یہ دونوں آپس میں ہم جنس ہیں خوش رہینگے۔ اور بعد کئی دنوں کے میمون نے خجستہ سے کہا کہ میں سفر خشکی اور تری کا کیا چاہتا ہوں۔ تاکہ شہروں کی سیر کروں۔ میرے بعد جو کام تجھے منظور ہو سو بے مشورہ ان دونوں کے ہرگز نہ کرنا۔ بلکہ جو یہ کہیں اس کو سچ جاننا۔ اور ان کی فرمانبرداری سے باہر نہ جانا۔ دو چار باتیں سمجھا کر آپ کسی شہر کو چلا گیا۔ اور خجستہ کئی مہینے تک اس کی جدائی میں رو بائی۔ کھانا پینا اور رات کو سونا بالکل ترک کیا۔ اور طوطا قصے کہہ کر اس کے دل غمگین کو ہر ایک وقت بہلایا کرتا تھا۔ غرضیکہ اسی طرح چھ مہینے تک بہلا کر رکھا۔

دوسری داستان خجستہ کی شہزادہ پر عاشق ہونے کی اور دانائی طوطے کی

القصہ ایک دن خجستہ نہا دھو کر کوٹھے پر چڑھی۔ اور ہر ایک کوچہ و بازار کو جھروکے سے نظر کرنے لگی۔ اتنے میں ایک شہزادہ گھوڑے پر سوار آنکھیں اوپر کئے ہوئے گھوڑا قدم بقدم لئے چلا جاتا تھا خجستہ کو دیکھتے ہی عاشق ہو گیا۔ اور اس کا بھی دل اس پر آگیا۔ بے اختیار ہو کر شہزادہ نے اسی گھڑی ایک عورت دلالہ مکارہ کے ہاتھ خفیہ پیغام بھیجا۔ اگر تم ایک رات کو چار گھڑی کے لئے میرے گھر آؤ۔ تو اس کے عوض ایک انگوٹھی لاکھ روپے کی تمہیں دوں۔ یہ سنکر اس کٹنی نے وہیں جاکر کہا۔ اے خجستہ شہزادہ نے تجھے بلوایا ہے۔ اور ایک گھڑی کے واسطے ایک لاکھ روپے کی انگشتری دیتا ہے۔ اگر تو چلے اور دوستی اس سے پیدا کرے۔ تو کچھ اس چیز پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ سلوک نمایاں کریگا۔ اور حظ زندگی مفت اٹھاوے گی۔ خجستہ نے پہلے تو اس بات کو برا مانا۔ اور خفا ہو گئی۔ لیکن آخر کو اس پیر زال کے دم میں آگئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اچھا میری طرف سے اس کی خدمت میں سلام شوق کے بعد یہ کہنا۔ کہ شب کو جس طرح ہو سکے گا۔ ضرور آؤنگی۔ اور کچھ بھی ہو تمہارے پاس اپنے تئیں پہنچاؤنگی۔ یہ پیغام وہ مکارہ لیکر ادھر گئی۔ اور ادھر رات آئی۔ تب خجستہ نے اپنے تئیں لباس اور گہنے سے خوب آراستہ کیا۔ اور کرسی پر بیٹھ کر جی میں کہنے لگی۔ کہ مینا سے چلکر یہ بات کہیئے۔ اور اس سے رخصت لیکر چلیئے کیونکہ میں بھی عورت اور وہ بھی اسی خلقت میں ہے۔ اغلب ہے۔ کہ وہ میری بات سنے۔ اور رخصت دے۔ یہ سخن دل میں ٹھیرایا۔ اور مینا سے جاکر کہا۔ اے مینا عجب ماجرہ ہے۔ اگر تو سنے تو کہوں۔ اسنے کہا بی بی کیا کہتی ہے۔ کہو میں بھی اپنی عقل کے موافق عرض کرونگی۔ تب بانو نے کہا۔ کہ آج میں اپنے کوٹھے پر چڑھ کر جھروکے کی راہ جھانکتی تھی۔ کہ اتنے میں ایک شہزادہ اس راستے گذرا۔ اور مجھ پر عاشق ہو گیا۔ اب اسنے مجھے اپنے پاس بلایا ہے۔ اگر تو کہے تو میں جاؤں۔ اور اس سے ملاقات کروں۔ پھر دو چار گھڑی کے بعد اپنے گھر چلی آؤں۔ یہ بات سنتے ہی مینا نہایت غضب ناک ہوئی اور غوغا کر کے کہنے لگی۔ کہ واہ واہ بی بی اچھے ڈھنگ نکالتی ہو۔ اور خاصی باتیں سناتی ہو۔ کیا خوب غیر مرد کے گھر جاؤگی۔ اور اس سے دوستی کر کے اپنے شوہر کی حرمت گنواؤگی۔ یہ بڑا عیب ہے۔ تمہاری قوم کے لوگ کیا کہیں گے۔ اس حرکت سے باز آؤ۔ یہ سنتے ہی خجستہ نے اسے پنجرے سے نکال ایک ٹانگ پکڑ گردن مروڑ زور سے زمین پر دے پٹکا۔ کہ روح اس کی آسمان پر پرواز کر گئی۔ اور پھر اسی طرح غصے میں بھری ہوئی طوطے کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی کہ اے طوطے کچھ حقیقت مینا کی دیکھی۔ کہ وہ ابھی کیا تھی۔ اور کیا ہو گئی۔ اسنے کہا جی دیکھی۔ جو اپنے خاوند کی بے ادبی کرے گا۔ اس کا یہی حال ہوگا۔ خجستہ خوش ہو کہنے لگی۔ کہ اے طوطے بہت دن ہوئے۔ کہ میں نے مرد کی صورت

نہیں دیکھی۔ اور آج ایک شہزادہ نے مجھ کو بہ منت بلایا ہے۔ اگر تو کہے تو اس کے پاس رات کے وقت جاؤں۔ صبح ہوتے ہی اپنی جگہ پر آجاؤں۔ طوطا اپنے جی میں ڈر کر کہنے لگا۔ کہ اگر میں بھی منع کرتا ہوں۔ یا کچھ اور کہتا ہوں۔ تو مینا کی طرح مارا جاتا ہوں۔ یہ سمجھ کر کہنے لگا۔ کہ بلے بانو مینا ناقص العقل تھی۔ اور اکثر یہ خلقت عورتوں کی بیوقوف ہوتی ہے۔ اس واسطے شعورمندوں کو لازم ہے۔ کہ اپنا حال اُن سے نہ کہیں۔ اسہات سے پرہیز کریں۔ تو خاطر جمع رکھ جلدی مت کر۔ جب تک ہر بجان اس قالب میں ہے۔ تب تک تیرے کام کی پیروی کروں گا۔ اور اگر خدانخواستہ یہ بات ظاہر ہو گئی۔ اور اڑتے اڑتے تیرے شوہر تک پہنچی۔ اور اُسنے آکے تجھ پر خفگی کی۔ تو میں ایک بات بنا کر تم کو آپس میں ملا دونگا۔ جس طرح ہے کہ اس طوطے نے فرخ بیگ سوداگر کو اس کی جورو سے ملایا تھا۔ یہ سنکر خجستہ نے پوچھا۔ کہ اسکی نقل کیونکر ہے مفصل بیان کر کہ میں تیری احسانمند رہوں گی ٭

تیسری داستان فرخ بیگ سوداگر اور اُسکے طوطے کی!

طوطے نے کہا۔ کہ کسی شہر میں ایک سوداگر فرخ بیگ نہایت مالدار تھا۔ اور ایک عقلمند طوطا اپنے پاس رکھتا تھا۔ اتفاقاً اس سوداگر کو سفر درپیش آیا۔ تب ہر ایک اسباب اپنے گھر کا بی بی سمیت طوطے کے حوالہ کیا۔ اور واسطے سوداگری کے کسی شہر میں گیا۔ اور کئی ماہ وہاں کار تجارت میں رہا۔ اس کے جانے کے بعد کئی دن پیچھے اسکی جورو نے ایک جوان مغل بچے سے آشنائی کی۔ اور ہمیشہ رات کو اسے اپنے گھر بلاتی۔ صبح تک اس کے ساتھ عیش و عشرت کرتی۔ یہ احوال دونوں کا طوطا دیکھتا۔ اور باتیں ان کے اختلاط کی سنتا۔ لیکن وہ باتیں اپنے دل میں چھپا رکھتا۔ بعد ڈیڑھ برس کے وہ تاجر اپنے گھر آیا۔ اور حقیقت گذری ہوئی اپنے گھر کی اس طوطے سے پوچھی۔ کہ میرے پیچھے کس کس طرح سے گذری۔ اور کس کس نے کیا کیا کیا۔ اس نے ہر ایک کا احوال جو ٹھیک ٹھیک تھا وہ سب بخوبی کہہ دیا۔ اور بی بی کی بات سے آگاہ نہ کیا۔ کیونکہ اگر یہ بھی کہتا۔ تو دونوں میں جدائی ہوتی۔ یا کسی کی جان جاتی۔ بعد ہفتے کے وہ تاجر یہ ماجرہ کسی کی زبان سے سُن کر اپنے بی بی سے دق اور خفگی کرنے لگا۔ کیونکہ ہوشمندوں نے کہا ہے۔ کہ عشق و مشک نہیں چھپتا ہے۔ اور آگ بارود میں پوشیدہ نہیں رہتی۔ وہ سوداگر طوطے کی طرف سے بڑا بدظن ہوا۔ اور اپنے جی میں کہنے لگا۔ کہ افسوس اس طوطے نے کچھ بھی اسکے نیک و بد کی بات مجھسے نہ کہی۔ اپنی جورو پہ غصے ہو کر بہت ہی سرزنش کی۔ وہ احمق عورت یہ سمجھی۔ کہ شاید طوطے نے کچھ میری بات اس سے کہی۔ جو اس قدر اس نے مجھ پر آفت ڈھائی۔ پھر طوطے کو اپنا مخالف سمجھ کر

ایک روز آدھی رات کو قابو پاکر طوطے کے بال و پر نوچ کر گھر سے باہر پھینک دیا۔ اور غل مچانے لگی۔ کہ
ہے ہے میرے طوطے کو بلی لیگئی۔ اور جی میں سمجھی کہ یہ کمبخت مرگیا ہوگا۔ لیکن تھوڑی جان ابھی باقی تھی
اوپر سے جو گرا تو صدمہ پہنچا۔ بارے ایک ساعت کے بعد اسکے بدن میں قدرتی قوت و توانائی
آئی تب سنبھل کر اُٹھا وہاں ایک گورستان تھا۔ اسمیں گیا۔ اور ایک سوراخ میں رہنے لگا لیکن تمام دن
بھوکا مرتا۔ اگر کوئی مسافر اس قبرستان میں وارد ہوکر کھانا کھاتا۔ تو یہ رات کو نکل کر گرا پڑا ٹکڑا پارہ پڑا پایا
چُگتا اور کھاتا۔ اور پانی پی کر پھر صبح کو اسی سوراخ میں جا بیٹھتا۔ بعد چند روز کے سارے پر اسکے نکل
آئے۔ اور تھوڑا تھوڑا اُڑنے لگا۔ اس قبر سے اُس قبر پر جاتا۔ اور چُگتا پھرتا۔ اس پر تو یہ گذری اب ادھر
آؤ کہ وہ اس کے اندر نہیں ہے۔ یہ احوال دیکھتے ہی اُس نے اپنی پگڑی زمین پر دے پٹکی۔ اور غل مچانے لگا
بلکہ نہایت متردد ہوا۔ اور اپنی بی بی سے اس قدر غصے ہوا۔ کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ آخر اُسنے اسکے غم سے خواب
خور چھوڑ دیا۔ اور اپنی عورت کی باتوں کا خیال نہ کیا۔ بلکہ اس کو اپنے گھر سے نکالدیا۔ تب اس عورت نے دل میں خیال
کیا۔ کہ شوہر نے مجھے اپنے گھر سے نکالدیا۔ اب اس شہر کے رہنے والے مجھے بد کہینگے۔ مناسب یہی ہے۔ کہ
میرے گھر کے قریب جو قبرستان ہے وہاں چلی جاؤں۔ اور کھانا پینا چھوڑ دوں۔ یہانتک کہ مر جاؤں آخر
اس قبرستان میں گئی۔ اور فاقہ کیا۔ جب رات ہوئی۔ اس طوطے نے قبر کے سوراخ سے کہا۔ اے عورت
اپنے سر کے بال نوچ۔ اور استرے سے سر منڈوا کر چالیس دن تک بے آب و طعام اس قبرستان میں رہ کہ میں تیرے
تمام عمر کے گناہ بخشوں۔ تجھ میں اور تیرے شوہر میں دوستی کرا دوں۔ وہ عورت اس آواز کو سنکر متعجب ہوئی۔ اور خیال کیا
کہ اس قبرستان میں کسی خدا پرست ولی کی قبر ہے۔ البتہ وہ میرے گناہ بخشوائیگا۔ اور میرے خاوند سے ملائیگا۔ اس
بھروسہ پر اپنے سر کو منڈوا کر چپکے اس قبرستان میں رہی۔ ایک روز طوطا اس قبرستان سے نکل کر کہنے لگا کہ اے عورت تو نے
بے تقصیر میرے بال اکھاڑے۔ اور مجھے سخت آزار دیا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ میری قسمت میں یہی تھا کہ جو تو نے کیا لیکن میں نے تیرا
نمک کھایا ہے۔ اور تیرے خاوند کا زر خرید ہوں۔ تو میری بی بی ہے تیری خدمت بخوبی کرونگا۔ اور وہ باتیں قبر کے سوراخ
سے میں نے کی تھیں۔ تو یقین کر کہ میں راست گو ہوں چغلخور نہیں ہوں۔ کہ تیرا عیب تیرے خاوند سے کہتا۔ اب دیکھ کہ
میں تیرے خاوند کے گھر جاتا ہوں اور تجھ سے اسکو ملا دیتا ہوں۔ غرض طوطے نے یہ کہا۔ اور اپنے گھر جاکر موافق قاعدے کے
سلام کیا۔ اور آداب بجا لایا پھر دعائیں دیکر کہنے لگا۔ کہ عمر تیری بڑھے اور دولت دوچند ہو۔ اُس نے کہا تو کون ہے
اور کہاں سے آیا ہے جو اسطرح باادب دعائیں دیتا ہے۔ پھر آپ ہی پہچان کر کہنے لگا۔ کہ ابتک کہاں تھا اور کس شخص
کے گھر مہمان گیا تھا۔ اس نے سب اپنا احوال جہاں گیا تھا کہہ سنایا۔ اور عرض کی تیرا وہی قدیمی طوطا ہوں
مجھے بلی پنجرے سے لے گئی تھی میں اس کے پیٹ میں تھا۔ اسکے آقا نے کہا۔ تو کیونکر جی اٹھا۔ اور اس نے کہا

کہ تم نے بے گناہ اپنی بی بی کو گھر سے ہاتھ پکڑ کر نکال دیا۔ وہ اس سبب سے ایک قبرستان میں گئی اور چالیس دن فاقہ سے رہی۔ بے اختیار آہ وزاری کی۔ حق سبحانہ تعالےٰ اس کی فریاد سنکر مہربان ہوا اور مجھ کو مُردہ سے زندہ کر کے کہا۔ اے طوطے تو اس کے خاوند کے پاس جا۔ اور دونوں کو آپس میں ملا دے۔ بلکہ تو اس کی عصمت کی گواہی دے۔ جب آقا نے یہ حال دریافت کیا۔ تب خوش ہو کر اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اور گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور اپنی بی بی کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ بانی میں نے تجھے بے تقصیر ستایا۔ اور دُکھ دیا۔ لیکن اب تو اس بات سے درگذر کر اور میری خطا مُعاف کر۔ وہ راضی ہوئی۔ تب اس کو گھر لے آیا۔ پھر جورُو خاوند ملے جُلے رہتے۔ اور عیش و عشرت کرنے لگے۔

القصّہ اس طوطے نے اس سوداگر کا قصّہ تمام کر کے خجستہ سے کہا۔ کہ اے خجستہ اب اُٹھ اور جلد اس شہزادہ کے پاس جا تاکہ وعدہ تمہارا جھوٹ نہ ہو۔ اگر خدانخواستہ یہ خبر تیرے شوہر تک پہنچی۔ اور تجھ پر اس نے خفگی کی۔ تو میں اسی سوداگر کے طوطے کی طرح صفائی کرا دونگا خجستہ اس سخن سے خوش ہوئی۔ اور قصد کیا کہ شاہزادہ کے پاس جاوے۔ اتنے میں صبح ہو گئی۔ جانا اس کا اس روز سے بھی موقوف رہا۔ اور آسمان کی طرف دیکھ کر یہ قطعہ پڑھا۔ اور گریبان اپنا مثل چاک کیا۔ میر حسنؒ سے

یہ دو دل کو اک جا بٹھاتا نہیں　　کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں
یہ ہے دشمن وصل دل سوز ہجر　　شب وصل کو روز سے ناز

ازبسکہ خجستہ تمام رات قصہ سُننے کے واسطے جاگی تھی۔ اور جاتے ہی بچھونے پر سو گئی۔

چوتھی داستان ایک پاسبان نے بادشاہ طبرستان سے وفاداری کی اور اُسے اُس نے اپنا ولیعہد کیا

جب سُورج چھُپا اور چاند نکلا خجستہ اپنے بچھونے سے اُٹھ ہاتھ منہ دھو کر بیٹھی۔ خوان کھانے اور میوے کے منگوائے۔ کچھ تناول کیا۔ پھر پوشاک تکلف اور جواہر قیمتی سے اپنے تئیں آراستہ کر کے سج دھج بن ٹھن کر پری پیکر خوبصوں کے ساتھ خوش اور بشاش اپنے طوطے کے پاس رخصت لینے کو گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اے طوطے اگر تو اپنی مہربانی سے رخصت کرے۔ تو میں اس

کے پاس جاؤں۔ اور آرزو اپنے دل کی نکالوں۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ اے کدبانو۔ تو خوش رہ۔ اور اندیشہ مت کر میں تیرے کام کی سعی اور جستجو میں لگ رہا ہوں۔ قریب ہے۔ کہ تجھے تیرے یار کے پاس پہنچا دوں لیکن تجھے لازم ہے کہ تو بھی دوستی و محبت اس کی اپنے جی میں رکھ جس طرح کہ ایک پاسبان نے بادشاہ طبرستان کی عقیدت اپنے دل میں رکھی۔ اور اس کے عوض دولت بیشمار پائی۔ تب یہ سُن کر خجستہ نے کہا۔ کہ نقل اس کی کیونکر ہے مفصل بیان کر۔

حکایت: طوطا کہنے لگا کہ عقلمندوں نے اور اگلے زمانے کے بزرگوں نے کہا ہے۔ کہ ایک دن بادشاہ طبرستان نے مجلس عیش تمام رات آراستہ کی۔ کھانے اچھے لذیذ اور شرابیں پُر کیفیت اور کرگ کباب قسم قسم کے اس محفل میں بنائے گئے۔ شہزادے امیر وزیر حکیم استاد بلکہ جتنے صاحب کمال اس شہر کے تھے۔ حاضر ہوئے۔ اور کھانے انہوں نے کھائے۔ اور شرابیں پینے لگے۔ کہ اتنے میں ایک شخص اجنبی اس محفل بادشاہی میں بے دھڑک چلا آیا۔ تب ہر ایک اہل بزم نے پوچھا۔ کہ اے مرد بیگانہ تو کون ہے۔ اور کہاں سے آیا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ میں شمشیر زن اور شیر گیر ہوں۔ اور تیر اندازی بھی ایسی جانتا ہوں۔ کہ میرا تیر سنگ خارا کو پھاڑتا ہے۔ بلکہ پہاڑ کے پار ہو جاتا ہے۔ سوائے سپاہ گری کے اور بھی ہر ایک فن سے واقف ہوں۔ اور میں بہت سی ہنر جانتا ہوں۔ پہلے امیر خجند کے پاس نوکر تھا۔ جب اس نے میری قدر کچھ نہ کی۔ اور کارگری نہ سمجھی تو اس کی چاکری چھوڑ کر بادشاہ طبرستان کے پاس آیا ہوں اگر وہ مجھے رکھیگا۔ تو رہوں گا اور جانفشانی قرار واقعی کرونگا۔ طبرستان کے بادشاہ نے یہ سُن کر اپنے نوکروں اور اہلکاروں کو حکم دیا کہ بالفعل اسکو پاسبانی کی خدمت دو۔ بعد دریافت ہونے کے جو اس کے حق میں مناسب ہوگا۔ سو کیا جاوے گا بموجب حکم بادشاہ کے ارکان دولت نے اسی وقت اسے خدمت پاسبانی کی دی۔ اور سرفراز کیا۔ چنانچہ وہ شام سے تا صبح ہر ایک دولت خواہ کی خبرداری کیواسطے جاگتا۔ اور کھڑے ہو کر بادشاہ کے قصر دیکھا کرتا۔

اتفاقاً ایک شب آدھی رات کو بادشاہ بالاخانہ پر کھڑا ادھر اُدھر دیکھتا تھا۔ نگاہ اسکی پاسبان پر پڑی۔ دیکھا کہ ایک شخص مستعد کھڑا ہے۔ تب اس نے پوچھا۔ کہ اے شخص تو کون ہے۔ جو اس وقت محلسرا کے نیچے کھڑا ہے۔ تب اسنے جواب دیا۔ کہ خداوند پاسبان اس دولتخانہ کا ہوں اور خبرداری کے واسطے کتنے دنوں سے اس محلسرائے کی حاضر رہتا ہوں۔ اُمیدوار تھا۔ کہ جمال مبارک حضرت کا دیکھوں۔ اور اپنی آنکھیں روشن کروں۔ بارے آج کی شب قسمت نے یاوری کی کہ دیدار

خداوند عالمیاں کا دیکھا۔ دل کو شاد کیا۔ اتنے میں ایک آواز جنگل کیطرف سے بادشاہ کے کان میں آئی۔ کہ میں جاتی ہوں۔ کون ایسا مرد ہے۔ کہ جو مجھکو پھیر لاوے۔ یہ بات سنتے ہی بادشاہ متعجب ہو کر اس سے کہنے لگا۔ کہ اے پاسبان تو بھی اس کی آواز سنتا ہے۔ کہ یہ آواز کہاں سے آتی ہے اس نے عرض کی۔ کہ اے خداوند میں تو کئی شب سے سنتا ہوں۔ کہ بعد آدھی رات کے یہ آواز ایسے ہی آتی ہے لیکن میں خدمتِ پاسبانی کی رکھتا ہوں محلسرا کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ اسواسطے دریافت نہ کر سکا۔ کہ یہ کس کی آواز ہے۔ اور کہاں سے آتی ہے۔ اگر حضور حکم کریں۔ تو ابھی جاؤں اور شتاب اس کو دریافت کر کے حضور پُر نور میں عرض کروں بادشاہ نے فرمایا۔ کہ جلد جاؤ۔ اور سچی خبر حضور میں آکر عرض کرو۔ پاسبان وہیں خبر لینے چلا تھوڑی دُور گیا ہوگا۔ کہ بادشاہ کمبل سیاہ اوڑھ سارا بدن اور منہ اس سے چھپا کر اس کے پیچھے ہو لیا۔ پاسبان تھوڑی دور جا کر کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک عورت حسین خوبصورت ایک درخت کے نیچے اس راہ میں کھڑی ہے۔ اور یہ کہتی ہے کہ میں جاتی ہوں۔ دیکھوں تو کون ایسا مرد ہے۔ جو مجھے پھیر لاوے۔ اور نہ جانے دے۔ تب اس نے پوچھا اے بی بی صاحب جمال پری پیکر تو کون ہے۔ اور یہ بات کس لئے سب سے کہتی ہے۔ اسنے کہا کہ میں تصویر عمر بادشاہ طبرستان کی ہوں۔ وعدہ اس کا برابر ہوا ہے۔ اب اسواسطے میں جاتی ہوں یہ سخن سنتے ہی اس پاسبان نے کہا۔ کہ اے تصویر عمر بادشاہ اب تو کسی طرح سے پھر بھی مراجعت کریگی اور پھر بھی آویگی۔ اس نے کہا اے پاسبان ایک عورت سے اگر تو اپنے بیٹے کو اس کے عوض ذبح کرے تو البتہ مراجعت کروں۔ تب بادشاہ چند روز پھر اس جہان میں زندگی بسر کرے۔ اور جلد نہ مرے۔ یہ بات بادشاہ نے بھی سنی۔ اور اس پاسبان نے نہایت خوش ہو کر جواب دیا کہ اے عورت عمر بادشاہ پر اپنی عمر اور اپنے بیٹے کی عمر نثار کرتا ہوں۔ جلدی مت کر یہیں کھڑی رہ میں ابھی اپنے گھر جاتا ہوں۔ اور اپنے بیٹے کو تیرے رُوبرو لا کر ذبح کرتا ہوں میں اس سے ہاتھ اُٹھاؤنگا اور بادشاہ کی سلامتی کے واسطے فرزند دونگا۔ حاصل کلام یہ کہہ کر گھر گیا۔ اور بیٹے سے کہنے لگا کہ اے بیٹا آج عمر بادشاہ کی تمام ہوتی ہے۔ کوئی دم میں وہ مرتا ہے۔ اگر تو اپنی عمر اس کو دے تو وہ تیرے مرنے سے جئے۔ اور چند روز اس دنیا میں رہے۔ وہ لڑکا نیک بخت وفادار اس بات کو سنتے ہی کہنے لگا۔ کہ اے قبلہ و کعبہ وہ بادشاہ منصف اور عادل ہے۔ ایسے والی صاحب سخا اہل ہمت غریب پرور کرم بخش کے ایک میں کیا ہوں اگر سارا گھر کام آوے تو تم قصور نہ کرنا کیونکہ ایک مجھ سا ناچیز اگر اس کے اوپر صدقہ ہوا۔ تو کیا ہوا۔ وہ جیتا رہیگا تو ایک عالم پرورش کریگا بہتر یہ

ہے۔ کہ مجھے جلد لے چلو۔ اور اس کے اُوپر صدقہ کرو۔ تو میں سعادت دارین حاصل کروں۔ کیونکہ ایک تو آپ کا کہنا۔ دوسرے ایسے بادشاہ پر نثار ہونا۔ اس سے بہتر میرے واسطے اس جہان میں اور کوئی چیز نہیں ہے۔

مَیں نے یہ کلام حضرت اُستاد رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے۔ کہ ہر ایک چھوٹے بڑے مکتب کے لڑکوں سے کہتے تھے۔ اگر کوئی شاہ کی سلامتی کے واسطے کوئی اہل کار یا دشاہ بھی ایک آدمی کو رعیت میں سے مار دے تو گناہ نہیں۔ کیونکہ وہ بندہ پرور ہے۔ سینکڑوں کو پالتا ہے۔ وہ جیے گا تو ہر ایک شہر اس سے آباد رہے گا۔ اگر وہ مریگا تو ایک ظالم پیدا ہوگا۔ کہ وہ ہزاروں کو ہلاک کریگا۔ اور لاکھوں اس کے ظلم و ستم سے مرینگے پس لازم ہے۔ کہ جلد مجھے لے چلو۔ اور اس کے واسطے ذبح کرو اس پر ایک مجھ سا قربان ہو جائے تو کیا۔ آخر وہ پاسبان اپنے بیٹے کو اس عورت کے پاس لے گیا۔ اور ہاتھ پاؤں باندھ کر چاہتا تھا۔ کہ خنجر تیز سے اس کا گلا کاٹے۔ کہ اتنے میں اس عورت نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ اے پاسبان اپنے بیٹے کو ذبح مت کر اور گلا اس کا مت کاٹ۔ حق تعالےٰ کو تیری ہمت پر رحم آیا۔ اور مہربان ہو کے مجھے پھر ساٹھ سال کا حکم دیا۔ کہ بادشاہ کے قالب میں رہ جس وقت اس پاسبان نے اس خوشی کی خبر کو سنا بہت خوش ہوا۔ اور اسی وقت بادشاہ کو خبر دینے چلا۔

یہ حالت بھی بادشاہ دلپرستان نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ اور بات پاسبان کی اور اُسکے بیٹے کی ملاحظہ دریافت کی۔ پھر اس کے پہنچنے سے پہلے دَوڑ کر اپنے محل بدستور سابق بالاخانہ پر پہنچا اور اسی طرح سے ٹہلنے لگا۔ اور بعد ایک گھڑی کے وہ پاسبان بھی حضور پر نور میں آیا۔ اور تسلیمات بجا لاکر دعائیں دینے لگا۔ کہ عمر دولت وحشمت شاہنشاہ کی تا قیامت بڑھتی رہے۔ بادشاہ نے اس سے پُوچھا کہ اے پاسبان وہ کیسی آواز تھی۔ کچھ تُو نے دریافت کیا ہے۔ تو مفصل بیان کر۔ اسنے دست بستہ ہو کر عرض کی۔ کہ اے خداوند ایک عورت حسین صاحب جمال اپنے خاوند سے لڑ کر اس جنگل میں نکل آئی تھی۔ اور ایک درخت کے نیچے راہ میں بیٹھی رو رہی تھی۔ اور یہی کہتی تھی۔ کہ میں نہ رہوں گی تب میں اس کے پاس گیا۔ اور اس کو میٹھی میٹھی باتوں سے بہلایا۔ اور اچھے سخن سمجھا کر اس کے شوہر سے ملا دیا۔ اور ان دونوں میں وہ دوستی کرا دی۔ کہ اب اس نے مجھ سے اقرار کیا۔ کہ ساٹھ برس تک اپنے شوہر کے گھر سے نہ نکلوں گی۔ بادشاہ نے یہ دانائی اور جانفشانی اس کی اور جرأت اس کے بیٹے کی دیکھی تھی۔ فرمایا کہ اے پاسبان جس وقت تو اس کی خبر لینے چلا۔ تو میں بھی تیرے پیچھے موجود تھا۔

اور سب سوال تیرے وجواب تیرے لڑکے کے اور اس عورت کے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سُنے۔ خیر اگرچہ تو اگلے وقت میں محتاج اور ذلیل اور پریشان تھا۔ اور اب میرے پاس پاسبانی میں نوکر تھا۔ انشاء اللہ اب روز بروز تیری ترقی اور بہبودی ہوگی۔ اور گھڑی گھڑی سلوک پر سلوک کروں گا۔ خدا کے فضل سے تو نہایت اوج دولت پر پہنچے گا۔ یہ کہہ کر بادشاہ آرام کرنے لگا۔ بساط عیش پر سو رہا۔ بعد دو چار گھڑی کے صبح ہوئی۔ اور شاہ اپنے تخت پر بیٹھا۔ اور پاسبان کو یاد کیا۔ پھر امیروں اور وزیروں اور اہل کاروں کو جمع کر کے فرمایا۔ اے حاضرین پایۂ تخت میں نے اس پاسبان کو بخوبی تمام اپنا وثیقہ دار کیا۔ اور مال و اسباب و خزانہ سب اپنی رضامندی سے اسے دیا۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کی کہ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور آفتاب نکلا۔ جانا خجستہ کا موقوف رہا۔ کیونکہ تمام رات بادشاہ طبرستان کی کہانی سننے سے خمار آلودہ ہو رہی تھی۔ جاتے ہی پلنگ پر سو رہی۔

گئی منہ ڈھک کے مار آخر کو لیٹ ۔ چھپر کھٹ کے کونے منہ سر لپیٹ

پانچویں داستان زرگر اور نجار کی

جب سورج چھپا۔ اور چاند نکل آیا خجستہ ارغوانی جوڑا پہن بسنتی دوشالہ اوڑھ جواہر کے دریا میں سراپا غرق ہو طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اے طوطے آج کی شب جلد رخصت دے۔ کہ میں اپنے یار سے ملوں۔ اور کچھ کچھ باتیں پیار کی کہوں۔ طوطے نے کہا۔ کہ اے کدبانو میں نے تجھے پہلی رات ہی کو رخصت دی تھی۔ اب تک تو نے توقف کیوں کیا۔ خیر اب جا۔ اور یہ زیور اپنے بدن کا اتار کیونکہ بی بی دنیا بہت بری جگہ ہے۔ ایسے اسباب کو پہن کر غیر مرد کے پاس جانا اچھا نہیں۔ شاید اس کی آنکھ گہنے پر آپڑے۔ اور جی میں کچھ لالچ کرے۔ تو نہ اور ہے گی۔ اور

نہ یہ گنہار ہے گا۔ دوستی کی دوستی جائے گی۔ اور زیور کا زیور جس طرح کہ اس زرگر اور نجار کی دوستی میں خلل پڑا۔ زر ہی کیواسطے برسوں کا ساتھ چھوٹا خجستہ نے کہا اسکی نقل کیونکر ہے۔

حکایت: طوطا ذکر کرنے لگا۔ کہ کسی شہر میں ایک بڑھئی اور سنار کی دوکان تھی۔ اور انمیں ایسی دوستی تھی۔ کہ اُنہیں جو دیکھتا۔ وہ یہی کہتا تھا۔ کہ یہ عاشق و معشوق ہیں۔ اگر یہ نہیں تو بھائی بھائی ہیں۔ اتفاقاً وہ دونوں سفر کو گئے کسی شہر میں جا نکلے۔ اور دونوں آپس میں کہنے لگا۔ کہ اس شہر میں فلانی جگہ بتخانہ ہے۔ کہ اس میں کئی بتخانے سونے کے ہیں۔ فقیر کی صورت بن کے چلئے اور عبادت میں مشغول ہوجئے کسی وقت فرصت پاکر دو چار بت چرلئے۔ اور ان کو بیچ کر گذاران کیجئے۔ یہ بات ٹھہراکر۔ دونوں بتخانے میں گئے۔ اور برہمنوں نے جب ان کی عبادت دیکھی۔ تو سب شرمندہ ہوئے۔ اور ہر روز اس بتخانے سے برہمن چلتے۔ اور پھر نہ آتے۔ اگر کوئی پوچھتا۔ کہ تم نے کیوں بتخانہ کو چھوڑا۔ تو وہ کہتے۔ کہ دو برہمن کئی دن سے ایسے دھرم مورت صاحب جمال پوجا کرنے والے آئے ہیں۔ کہ ایک دم بھگوان کے دھیان سے سر نہیں اٹھاتے۔ اور کسی سے آنکھ نہیں ملاتے۔ اس واسطے ہم چلے آئے ہیں۔ کیونکہ ان کے برابر ہم تپسیا نہیں کرسکتے۔ جب ان دونوں کے سوائے اس بتخانے میں کوئی نہ رہا تب اُنہوں نے شب کو فرصت پاکر کئی بت سونے کے چرا کر اپنے گھر کا راستہ پکڑا۔ اور وہ نزدیک شہر کے پہنچکر کسی درخت کے نیچے ان بتوں کو گاڑ کر اپنے اپنے گھر گئے۔ بعد آدھی رات کے سنار اکیلا جا کر ان بتوں کو کھود لایا۔ اور صبح کو نجار کے گھر جاکر کہنے لگا۔ کہ اے بڑھئی بے ایمان جھوٹے دغاباز میری دوستی کا پاس نہ کیا۔ اور ایسی دوستی میں خلل ڈالا۔ کہ تو ان بتوں کو کھود لایا۔ اس بے ایمانی سے کیا پھل پائے گا۔ اور کتنے دن کھائیگا کیا خوب اس زمانے میں دوستی کا اب اعتبار رہا ہے۔ وہ اس کی باتیں سنکر حیران ہوا۔ کہ یہ کیا بکتا ہے۔

ناچار ہوکر کہنے لگا۔ کہ اے زرگر جو کیا سو کیا۔ اور جو ہوا سو ہوا جانے دے میں جانتا ہوں۔ خدا کیواسطے مجھ پر مت بہتان باندھ۔ از بس کہ وہ عقلمند تھا۔ اس سے لڑنے کا قصد کرنا مناسب نہ جانا۔ اور چپکا ہو رہا۔ اور بعد کئی دن کے ایک پتلا چوبی اس بڑھئی نے سنار کی صورت کا بنایا۔ ویسے ہی کپڑے اسے پہنائے۔ اور دو بچے خرس کے کہیں سے لایا اور اس کے پتلے کی آستین اور دامن میں کچھ کچھ ان بچوں کے کھانے کی چیزیں رکھدیں۔ جب انکو بھوک لگتی۔ تو اس پتلے کے پاس جاتے۔ اور اس کی آستین یا دامن سے جو کچھ پاتے سو کھاتے۔ اور اپنے جی میں جانتے۔ کہ ہمارا باپ یا جو کچھ ہے سو یہی ہے۔ اور یہاں تک اس پتلے سے آشنائی رکھتے تھے۔ کہ ہر روز اس سے اسکے دامن پر آکر بیٹھتے جب خرس کے

بچوں کو اس صورت سے پھر محبت ہوگئی۔ تب بڑھئی نے اس سنار اور اس کے بچوں کی ضیافت کی بلکہ ہمسایہ کی عورتوں کو بھی بلایا۔ چنانچہ سنار کی جورو اپنے دونوں بچوں کو ساتھ لیکر اس کے گھر گئی۔ نجار اپنی گھات میں لگ رہا تھا۔ بعد دو گھڑی کے اس سنارنی کو غافل پاکر ان دونوں لڑکوں کو چھپا رکھا۔ اور ان دونوں خرس کے بچوں کو چھوڑ کر غل مچانے لگا۔ کہ ہے ہے یہ لڑکے سنار کے خرس کے بچے کیونکر ہوگئے۔ یہ بات سنتے ہی سنار بے اختیار روتا ہوا آیا۔ اور اس کی کمر پکڑ کر کہنے لگا ارے جھوٹ کیوں بکتا ہے کہیں آدمی جانور ہوئے ہیں۔

آخر یہ قصہ قاضی کے روبرو گیا۔ قاضی نے کہا۔ اے بڑھئی آدمی کے بچے ریچھ کے بچے کیونکر ہوگئے تب اس نے کہا۔ کہ حضرت وہ دونوں بچے میرے سامنے آپس میں کھیلتے تھے۔ اور کشتی ٹولی کرتے تھے کہ یکایک زمین پر گرتے ہی خرس کے بچے ہوگئے۔ قاضی نے کہا۔ کہ یہ بات کسطرح سچ جانوں۔ تب نجار کہنے لگا۔ کہ خداوند میں نے کتاب میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ کسی وقت میں ایک گروہ انسان کا خدا کے غضب سے حیوان ہوگیا لیکن عقل اس گروہ کی جوں کی توں ہی رہی۔ اور الفت و محبت ویسی ہی لازم تھی۔ کہ اس وقت دربار عام میں ان بچوں کو سب عالی موالی کے سامنے منگوا کر اس کے روبرو کیجئے۔ اگر وہ اسکے لڑکے ہونگے تو اس سے الفت کریں گے۔ نہیں تو جو چاہیں مجھے سزا دیں۔

یہ بات قاضی نے پسند کی۔ اور ان بچوں کو منگوا کر زرگر کے سامنے چھوڑ دیا۔ اس صورت سے چونکہ بچے آشنا ہو رہے تھے۔ باوجود اس بھیڑ کے بے اختیار دوڑ کر اسے جا لپٹے۔ اور اس کے پاؤں پر منہ ملنے لگے۔ اور بغلوں میں منہ ڈالنے لگے۔ تب قاضی نے کہا۔ اے سنار دغاباز یہ دونوں لڑکے تیرے ہیں مجھے یقین ہوا بس اب ان دونوں کو اٹھا کر لے جا۔ ناحق کیونکہ شرارت اور بہتان کرتا ہے تب وہ زرگر اس نجار کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور منت کرنے لگا۔ کہ اے یار اگر یہ حکمت تونے حصہ لینے کے واسطے کی ہے۔ تو اپنا حصہ لے اور میرے لڑکے مجھے دے۔ اسنے کہا اے سنار تونے بڑا گناہ کیا ہے۔ اور امانت میں خیانت کی ہے اگر اب بھی جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔ اور دغابازی سے توبہ کرے۔ تو شاید پھر تیرے بچے اپنی اصلی صورت پر آجائیں۔ غرض اس زرگر نے اس کا حصہ دیا۔ اور بیٹے اپنے اس سے لئے۔

طوطے نے یہ نقل تمام کرکے کہا۔ کہ اے خجستہ تو بھی اپنا زیور اتار جا۔ شاید وہ بھی اسطرح کا ایماندار ہو۔ اور اس کا لالچ کرے۔ تو پھر نہ گنہگار رہیگا۔ اور نہ دوستی۔ کدبانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ گہنا اتارے اور اپنے معشوق کے پاس سدھارے۔ کہ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اسکا اسروز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھ کر چپکی رہ گئی۔ بیت :- روتے روتے تمام رات کٹی ۔ ہجر کی آگ سے میری جان چلی۔

چھٹی داستان لشکری کی جورو سے امیرزادہ شرمندہ ہوا

جب آفتاب چھپا۔ اور ماہتاب نکلا تب خجستہ نے ایک جوڑا دھانی گلے میں ڈالا اور زر و جواہر اپنے تئیں سنوارا اور مسی کی دھڑی پان کا لکھوٹا ہونٹوں پر جمایا۔ بالوں میں تیل ڈال کنگھی کر چوٹی دے ایک بانکپن سے اٹھی۔ اور طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اے طوطے تو مجھے ہر ایک وقت باتوں میں لگا دیتا ہے۔ اور یونہی جھوٹ موٹھ بہلا دیتا ہے۔ تجھے کچھ میری خبر نہیں ہے۔ کہ میں درد عشق سے مرتی ہوں۔ اور حسب حال میرے یہ بند ہے مخمس ؎

حیراں ہوں کیا کریگا تیرا وعدہ اور پیام　　اس مخمصہ کے بیچ میرا کام ہے تمام
گر زندگی عزیز ہے میری صبح و شام　　موقوف کر یہی ہے میرا حاصل کلام
طاقت نہیں رہی مجھے اب انتظار کی

کدبانو نے کہا قسم ہے خدا کی مجھے آج کی شب رخصت دے۔ کہ میں جاؤں۔ اور اسے گلے لگاؤں طوطے نے کہا۔ اے خجستہ میں بھی اسی بات سے شرمندہ ہوں۔ سینہ چاک ہے دل جلتا ہے۔ تو ہر ایک شب میری باتیں سنا کرتی ہے۔ اپنے یار کے پاس نہیں جاتی۔ خدانخواستہ اگر اس عرصہ میں تیرا خاوند آ جائیگا۔ تو خواہ مخواہ اپنے معشوق سے خجالت کھینچے گی جس طرح کہ اس لشکری کی جورو سے امیرزادہ شرمندہ ہوا خجستہ نے پوچھا۔ کہ اس کی داستان کیونکر ہے۔ بیان کر

حکایت: طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی شہر میں ایک مرد لشکری جورو نہایت خوبصورت رکھتا تھا۔ اور اس کی حرمت کی نگہبانی کیا کرتا تھا۔ ایک دم اسکے پاس سے جدا نہ ہوتا تھا۔ اتفاقاً گردش فلکی سے لشکری محتاج ہوا تب اسکی جورو نے پوچھا۔ اے صاحب تم نے کیوں اپنا کاروبار دنیا کا موقوف کیا۔ جو احوال یہاں تک پہنچا اسنے کہا۔ اے میری بی بی مجھے تیرا اعتبار نہیں۔ اسلئے یہ سب کاروبار تباہ کر کے بیٹھا کہ سب خراب ہوا کہ اب نہ کہیں جا سکتا ہوں۔ نہ کسی کی نوکری کر سکتا ہوں۔ تب اسنے کہا۔ اجی اس خیال فاسد کو جی سے دور کرو عورت نیک بخت کو کوئی مرد فریفتہ نہیں کر سکتا اور بدبخت بی بی کو کوئی شوہر سنبھال نہیں سکتا۔ تم نے حکایت اس جوگی کی شاید نہیں سنی۔ جو ہاتھی کی صورت بن اپنی جورو کو پیٹھ پر چڑھا کے جنگل جنگل پھرا کرتا تھا۔ اور اس بے حیا نے اس کی پیٹھ پر ایک سو ایک مرد سے بدکاری کی تھی۔ تب اس لشکری نے پوچھا اس کی نقل کیونکر ہے۔ بی بی بتا دی

حکایت: ایک راہگیر نے کسی بیابان میں ایک ہاتھی مست مست جھومتا ہوا دیکھا۔ کہ چلا

آتا ہے۔ تب اس کی دہشت سے ایک بلند درخت پر چڑھ گیا۔ قضا کار وہ فیل اس درخت کے نیچے آیا اور اس عماری کو اپنی پیٹھ سے اس جگہ اتار رکھا۔ اور آپ چرائی کو گیا۔ اس مرد نے دیکھا۔ کہ اس عماری میں ایک خوبصورت اور حسین عورت ہے۔ اسلئے اس درخت پر سے اترا۔ اور اسکے پاس آکر باتیں مزیدار کرنے لگا وہ عورت اس سے خوش ہوکر باتیں اندازکی کرنے لگی۔ اور مختلط ہوگئی۔ کہ ہمیشہ سے اسکی آشنائی تھی۔ بغرض شہوت کے غلبہ سے بدکاری میں مشغول ہوئی۔ بعد فراغت کے اس عورت نے ایک تاگا اپنی جیب سے گرہ دار نکالا۔ اور ایک گرہ اس ڈورے میں اور لگا دی۔ تب اس مرد نے پوچھا۔ کہ تم کو اپنے خدا کی قسم سچ کہو کہ یہ ڈورا کیسا ہے۔ اور یہ گرہیں اسمیں کیسی ہیں۔ مجھکو بھی اس احوال سے خبردار کرو۔ تب وہ بیان کرنے لگی۔ کہ میرا شوہر جادوگر ہے۔ میری حفاظت کیلئے ہاتھی بنا رہتا ہے۔ اور مجھے اپنی پیٹھ پر چڑھائے جنگل جنگل پھرتا ہے اس کی خبرداری پر میں نے سو مردوں سے بدکاری کی۔ اور گنتی کے واسطے ایک ایک گرہ لگا دی آج تیرے سمیت ایکسو ایک گرہ ہوئیں۔ جب وہ تمام داستان کہہ چکی۔ تب اس کے خاوند نے کہا۔ کہ اب میرے حق میں کیا فرماتی ہو۔ جو کہو سو کروں۔ تب اس عورت نے کہا۔ کہ بہتری مصلحت ہے۔ کہ تم سفر کرو۔ اور کسی کے نوکر ہو میں ایک گلدستہ تر و تازہ پھولوں کا دیتی ہوں جب تک یہ گلدستہ پژمردہ نہ ہو تب تک یہ جاننا کہ میری بی بی حرمت اور عصمت سے بیٹھی ہے۔ اور خدانخواستہ اگر وہ مرجھا جائے۔ تو معلوم کرنا کہ اس سے کچھ بد فعل صادر ہوا ہے۔ یہ بات اس لشکری کو پسند آئی۔ تب ناچار اس سے جدا ہوکر کسی ملک کو واسطے روزگار کے چلا۔ اور اس عورت نے موافق اپنے کہنے کے ایک گلدستہ اسے دے کر رخصت کیا۔ آخر وہ کسی شہر میں پہنچا۔ اور کسی امیرزادہ کا نوکر ہوا۔ غرض اس گلدستہ کو بخوبی آٹھوں پہر اپنے پاس رکھتا۔ اور دیکھتا تھا۔ اتنے میں موسم خزاں کا گلستان جہاں میں پہنچا۔ اور ہر ایک گل و غنچہ نے چمن دہر سے سفر کیا۔ اور زمانہ بیچ گل و غنچہ کا نام و نشان نہ رہا سوائے اس گلدستہ کے جو اس لشکری کے پاس تھا۔

تب امیرزادہ نے اپنے مصاحبوں سے کہا۔ کہ اگر لاکھ روپے خرچ کیجیے تو ایک پھول میسر نہیں ہوتا۔ اور کسی بادشاہ وزیر کے ہاتھ نہیں لگتا تعجب ہے۔ کہ یہ بیچارہ غریب سپاہی ہمیشہ ایک گلدستہ تر و تازہ کہاں سے لاتا ہے۔ تب انہوں نے عرض کی۔ کہ حضرت سلامت ہم کو بھی بڑا تعجب ہے۔ تب اس امیرزادہ نے پوچھا کہ اے لشکری یہ گلدستہ کیسا ہے۔ اور کہاں سے تیرے ہاتھ لگا ہے۔ تب اسنے کہا۔ کہ مجھکو میری بی بی نے اپنی حرمت کی نشانی دی ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ جب تک یہ گلدستہ تر و تازہ رہیگا۔ تو یقین جانیو کہ میری عصمت کا دامن گناہ سے نہیں بھرا۔ اس بات پر وہ امیرزادہ ہنسا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اے لشکری تیری جورو جادوگر اور مکارہ ہے۔ اس نے تجھے فریب دیا ہے۔ اور اپنے نوکروں میں سے ایک کو امیرزادہ نے کہا۔

کہ تو اس لشکری کے شہر میں جا۔ اور اس کی بی بی سے جس طرح مکر و فریب سے بنے مل کر جلدی پھر آ۔ اور اسکی کیفیت سے آگاہ کر۔ دیکھیں تو یہ گلدستہ کھلا رہتا ہے۔ یا نہیں۔ بھلا یہ بھی معلوم ہو۔

وہ باورچی اپنے آقا کے حکم کے بموجب اس کے شہر میں گیا۔ اور ایک عورت دلالہ کو کچھ سمجھا کر اس کے پاس بھیجا۔ وہ پیرزال اس عورت کے گھر گئی۔ اور جو کچھ اسنے کہا تھا۔ وہ سب کہا۔ بلکہ اپنی طرف سے بھی بہت کچھ کہا۔ لیکن اس نے سن کر کچھ جواب نہ دیا۔ بس اتنا کہہ کر کہ اس مرد کو میرے پاس لے آئیں۔ دیکھوں کہ میرے لایق ہے یا نہیں۔ آخر اس بڑھیا نے اس شخص کو اس عورت کے سامنے کر دیا۔ تب اس کم بخت نے اس مرد کے کان میں جھک کر کہا۔ کہ اچھا میں حاضر ہوں۔ لیکن اس وقت تو جا۔ اور اس رنڈی سے کہہ۔ کہ میں اس عورت سے دوستی نہ کرونگا کہ یہ میرے لایق نہیں۔ اور بعد پہر رات کے اکیلا بے دھڑک میرے پاس چلا آ۔ پھر جو کچھ تو کہے گا۔ میں قبول کروں گی۔ پر اس کو خبر مت کریو۔ کیونکہ یہ راز اس قوم سے کہنا اچھا نہیں ہے۔

غرض اس مرد نے اس بات کو پسند کیا۔ اور اس کے کہنے کے بموجب اس دلالہ سے کہا۔ کہ میں اس سے آشنائی نہ کروں گا۔ کیونکہ یہ میرے قابل نہیں ہے۔ اور بعد آدھی رات کے اس عورت کے دروازہ پر آیا۔ اور دستک دی۔ اس عورت نے اپنے گھر کے اندر ہی اندر کنوئیں پر ایک چارپائی کچے سوت کی بنی ہوئی بچھوائی۔ اور ایک چادر اس پر کسوادی۔ اور اس مرد کو بلا کر کہا۔ کہ اس پر بیٹھ۔ وہ خوشی کے مارے جو اس امید پر اس پر بیٹھا۔ وہیں کنوئیں میں گر پڑا۔ اور غل کرنے لگا۔ تب اس بی بی نے کہا۔ اے شخص سچ کہو تو کون ہے۔ اور کس کا بھیجا ہوا ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ اگر سچ کہے گا۔ تو تجھ کو چھوڑ دوں گی۔ نہیں تو اس کنوئیں میں تجھ کو مار ڈالوں گی۔

تب اس نے بناچاری تمام احوال اپنا اور امیرزادہ کا اور اس کے خاوند کا مفصل بیان کیا۔ پر اس حادثہ سے نکل نہ سکا۔ اور چاہ میں ایک مدت بند رہا۔ اس امیرزادے نے اس کے پھر نہ آنے کے باعث دوسرے باورچی سے کہا۔ کہ تو بھی بہت سا سامان تجارت کا اس شہر میں لے جا۔ اور اس عورت سے دوستی کرکے پھر آ۔ لیکن ایسا نہ کرنا۔ کہ تو بھی اسی طرح وہیں کا ہو رہے۔ آخر وہ بھی اس ملک میں گیا۔ اور ایک دلالہ کو ساتھ لے کر اس کے گھر آیا۔ وہ بھی اسی کی طرح سے اس چاہ میں قید ہوا۔ تب امیرزادے نے جانا۔ کہ

شاید اس پر کچھ آفت پڑی جو اب تک ادھر نہ آیا۔ تب آپ ہی ناچار ہو کر ایک روزگار کا بہانہ کر کے اس مُلک کو چلا مع لشکر وہ لشکری بھی اس کے ساتھ گیا۔ بعد کئی دن کے اس شہر کے قریب پہنچکر کسی باغ میں اُترا۔ اور وہ لشکری بھی گھر گیا۔ اور گلدستہ تروتازہ اپنی بی بی کے آگے رکھ دیا۔ تب اس عورت نے واردات اپنی گذری ہوئی مُو بمُو اپنے شوہر سے کہی۔ بعد دو دن کے وہ لشکری اپنے آقا کو مہمان لے گیا۔ اور ضیافت کی۔ اور ان دونوں کو اس کنوئیں سے نکالا۔ بوریوں کے کپڑے پہنا کر کہا۔ کہ تمہارے گھر مہمان آیا ہے۔ آج تم نے کھانا اچھا مزیدار پکا کے انکے آگے لے جاؤ گے اور خدمت بجا لاؤ گے تو کل ہم تم کو آزاد کر دینگے۔

غرض وہ دونوں ویسے ہی کپڑے پہنکر کھانا امیرزادے کے رُوبرو لے گئے۔ چُونکہ کنوئیں کے دُکھ سے اور تھوڑا کھانا کھانے سے سر کے بال اور مُونچھ اور ڈاڑھی کے جھڑ پڑے تھے۔ اور مُنہ کا رنگ متغیر ہو گیا تھا۔ امیرزادہ نے فی الفور اُنہیں نہ پہچانا۔ اور لشکری سے پُوچھا۔ کہ ان باندیوں نے ایسی کیا تقصیر کی ہے۔ جو تم نے ان کا سر مُنڈوایا ہے۔ اور اس حال کو پہنچایا ہے۔ تب لشکری نے کہا۔ کہ انہوں نے بڑا گناہ کیا ہے میں کیا عرض کروں۔ آپ ہی ان سے پُوچھئے۔ یہ آپ ہی اپنا گناہ بیان کرینگے۔ آخر اس امیرزادہ نے غور کر کے دیکھا۔ تو اپنے باورچیوں کو پہچانا۔ اور اُنہوں نے بھی اپنے آقا کو پہچانا۔ تب وہ دونوں دوڑکر اس کے پاؤں پر گر پڑے۔ اور بے اختیار رونے لگے۔ اور اس لشکری کی جورُو کی عصمت پر گواہی دونوں باورچیوں نے دی۔ تب اس لشکری کی عورت نے پردہ کے اندر کہا کہ اے امیرزادہ میں وہی عورت ہُوں۔ کہ جس کو تُو نے جادُوگر مقرر کیا۔ اور میرے خاوند کو احمق بنا کر ہنسا تھا۔ اور میرے امتحان کے واسطے آدمی بھیجے تھے۔ اب دیکھا تو نے کہ میں کیسی ہُوں۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے میری عصمت کیسی ہے۔ وہ امیرزادہ یہ بات سن کر شرمندہ ہُوا۔ اور عذر خواہی کرنے لگا۔

جس وقت یہ داستان طوطے نے تمام کی۔ اس وقت کہا۔ کہ اے خجستہ اب جلد جا اور اپنے معشوق سے مل مُبادا اس عرصے میں شوہر تیرا آجاوے تو تُو ناحق دعدہ شکن اور جھُوٹی اپنے اپنے دوست کے آگے ہووے گی۔ کدبانو نے یہ سنتے ہی چاہا۔ کہ اپنے تئیں اس کے پاس پہنچاوے کہ اتنے میں صبح ہُوئی۔ اور مُرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ شعر پڑھنے لگی۔ **شعر**

گردش سے آسماں کے نزدیک ہے سبھی کچھ　　تجھ سے نہیں ملا ایک دُور ہے تو یہ ہے

ساتویں داستان نجار اور زرگر اور خیاط اور زاہد کی

جب آفتاب چھپا اور ماہتاب نکلا تب خجستہ رخصت لینے کے واسطے طوطے کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اے طوطے پیدا کرنے والے کی قسم مجھے آج کی شب جلد رخصت دے کہ میں اپنے جانی کے پاس جاؤں۔ اور دل کھول کر اپنی جوانی کا لطف اٹھاؤں۔ طوطے نے کہا کہ اے کدبانو میں تجھے ہر ایک شب رخصت کرتا ہوں۔ تو آپ ہی دیر کرتی ہے۔ اور نہیں جاتی۔ بلکہ میں اس بات سے آٹھوں پہر ڈرتا ہوں۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرا شوہر آجاوے۔ تو پھر تیرا احوال انہیں چاروں شخصوں کی طرح سے ہو۔ خجستہ نے پوچھا کہ ان چاروں کا قصہ کیونکر ہے۔ بیان کر

حکایت: طوطا کہنے لگا کہ کسی وقت میں ایک بڑھئی اور سنار اور درزی اور زاہد چاروں آپس میں مل کر کسی شہر میں روزگار کرنے چلے۔ اتفاقاً ایک دن سوائے منزل کے کسی جنگل میں شام کے ہونے سے رہ گئے۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ آج کی رات اسی جنگل میں رہئے۔ اور پاسبانی کیجئے کہ اس بیابان میں ہر ایک چیز کا خطرہ ہے۔ بہتر یہ ہے۔ کہ ہم چاروں ایک ایک پہر جاگیں۔ اور چوکی دیں۔ خدا کے فضل سے صبح کے وقت اپنی منزل مقصود کو بخیریت پہنچیں۔ یہ بات ہر ایک نے پسند کی۔ اور پہلے پہر کی چوکی بڑھئی کے ذمہ ہوئی۔ وہ سب سو رہے۔ نجار نے بعد ایک گھڑی کے ہشیار ہو کر کسی درخت کی ڈالی توڑ لی کاٹی۔ اور اس کی ایک نازنین اپنی کاریگری سے بنا کر تیار کی۔ بعد ایک پہر کے درزی کو جگا آپ سو رہا۔ نوبت درزی کی آئی۔ اور درزی نے اپنی بیداری کی خاطر کچھ سوچنے لگا کہ کسی سبب سے پہر جاگے کہ اتنے میں سامنے سے وہ پتلی نظر آئی تب اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ نجار نے اپنا ہنر دکھانے کو یہ صورت چوبی بنائی ہے پس یہاں بھی اسے کپڑے سی کر ٹھیک پہناؤں۔ کہ اس کا حسن دوگنا نکلے آخر اسنے بھی اپنی کاریگری سے ایک پہر میں ایک جوڑہ نہایت عمدہ دلہنوں کا سا بنایا۔ اور پتلی کو پہنایا اور سنار کو جگا کر آپ سو رہا۔ نوبت زرگر کی آئی کرتے ہی پتلی کپڑے پہنے ہوئے دکھلائی دی۔ تب اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ ان دونوں نے اپنا اپنا کسب دکھلایا پس مجھ کو بھی لازم ہے کہ میں اپنا ہنر ظاہر کروں۔ اور اس نازنین کو عجب طرح کا زیور بنا کر آراستہ کروں یہ بات جی میں معلوم کر کیا ایسا ہی سنار نے یہ بات اپنے دل میں ٹھہرا کر زیور گھڑا اور اسکو پہنایا کہ وہ پتلی اور بھی خوبصورت ہو گئی اغلب ہے کہ اس ساخت کا زیور آجتک کسی نے نہ دیکھا ہو۔ اور نہ سنا ہو اور نہ پہنا ہو۔ پھر اس پتلی کا یہ عالم ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ ایک جان ہی ڈالنی باقی رہ گئی ہے۔ کہ زرگر نے زاہد کو اٹھایا۔ اور آپ سو رہا۔ نوبت زاہد کی آئی۔ زاہد اٹھتے ہی وضو کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہوا۔ بعد ایک گھڑی کے کیا دیکھتا ہے۔ کہ

عورت حسین سامنے کھڑی ہے۔ پر ہلتی جلتی نہیں۔ تب اس نے معلوم کیا۔ کہ ان تینوں کی کارستانیاں ہیں۔ اب مجھے بھی اپنا کمال دکھانا لازم ہے۔ پس میں خدا کے فضل سے ایسا کمال ظاہر کروں۔ کہ دعا سے اس بیجان کو جاندار کروں۔ تاکہ یہ بھی یاد کریں۔ کہ عبادت کرنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ آخر وہ زاہد بعد نماز کے جناب کریم کی درگاہ میں بے اختیار رو رو کر دعا مانگنے لگا۔ کہ اے خالق زمین و آسمان واسطے اپنی خداوندی کے اس تصویر چوبی میں جان دے۔ گویا میں بھی آبرو پاؤں۔ اور اپنے یاروں میں بات بناؤں۔ بارے یہ التجا اس کی جناب الٰہی میں قبول ہوئی۔ اور اسی گھڑی اس پتلی میں جان پڑی۔ اور آدمیوں کی طرح باتیں کرنے لگی تب رات آخر ہوئی۔ اور آفتاب نکلا۔ تو اس پتلی کو وہ چاروں دیکھ کر عاشق ہوئے۔ اور ایک سے ایک قضیہ کرنے لگا۔ نجار بولا کہ اس کا مالک میں ہوں۔ کیونکہ اس کاٹھ کو میں نے آدمی کی صورت تراش کر بنایا ہے میں لوں گا۔ خیاط بولا۔ کہ اس کا وارث میں ہوں۔ کیونکہ میں نے اس پتلی کو حرمت دی۔ اور کپڑے پہنائے۔ سنار بولا کہ دلہن میرا حق ہے۔ کیونکہ میں نے اسے گہنا گھڑ کر پہنایا ہے۔ کہ بنی سی سجی۔ زاہد بولا کہ یہ دلہن میرا حق ہے۔ کہ وہی کاٹھ کی پتلی تھی۔ کہ میری دعا سے حق تعالیٰ نے اسے جان دی۔ واسطے میرے اور کس کا منہ ہے۔ کہ اس پر آنکھ ڈالے۔ میں لوں گا۔

غرض یہ قصہ بڑھا۔ اور ایک غیر شخص اس جگہ آگیا۔ ان چاروں نے اس سے انصاف چاہا۔ وہ بھی اس صورت کو دیکھتے ہی عاشق ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ یہ میری بی بی بیاہتا ہے۔ تم سب اسے فریب دیکر میرے گھر سے نکال لائے ہو۔ اور مجھ سے جدا کیا ہے۔ آخر ان چاروں کو وہ غیر شخص کوتوال کے پاس لیگیا۔ کوتوال بھی اسے دیکھ کر مبتلا ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ تم کون ہو۔ یہ تو میرے بھائی کی بی بی ہے۔ وہ اسکو ساتھ لیکر سفر کو گیا تھا۔ شاید تم نے اس کو مار ڈالا۔ اور اس کو لے بھاگے ہو۔ آخر وہ کوتوال ان کو قاضی کے پاس لے گیا۔ قاضی بھی اس پر فریفتہ ہو کر کہنے لگا۔ کہ تم کون ہو۔ یہ تو میری باندی ہے۔ میں اس کو مدت سے تلاش کرتا تھا۔ اور بہت سا اسباب و نقد و زیور لیکر بھاگی تھی۔ بارے آج تمہارے باعث سے ملی۔ وہ اسباب کہاں ہے۔ اس کو بھی لاؤ۔

غرض اس قصہ نے یہاں تک طول کھینچا۔ کہ سب زن و مرد اس شہر کے جمع ہوئے۔ اور تماشا دیکھنے لگے۔ تب ان تماش بینوں میں سے ایک پیر مرد نے کہا۔ کہ یہ قصہ تمہارا یہاں قیامت تک فیصل نہ ہوگا۔ تم سب اس شہر کو جاؤ۔ وہ یہاں سے کئی دن کی راہ ہے۔ اور وہاں ایک درخت پرانا ہے۔ اس درخت کا نام شجرۃ الحکم ہے کہتے ہیں۔ کہ جس کا مقدمہ فیصل نہیں ہوتا۔ وہ اس درخت کے پاس جاتا ہے۔ کہ اے درخت سچ کہو۔ کہ یہ عورت ہم سب میں سے کس کا حق ہے۔ اسکے جد بیٹ اس درخت

کا پیڑ پھٹ گیا۔ اور وہ عورت دوڑ کر اس درخت میں سما گئی۔ تب اس درخت سے آواز نکلی
کہ تم نے بھی سنا ہوگا۔ کہ ہر ایک چیز اپنے اصل پر آجاتی ہے چلو ہوا کھاؤ۔ اور ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر کی راہ لو
آخر وہ ساتوں شرمندہ ہو کر اپنے اپنے گھر گئے۔ طوطے نے یہ قصہ تمام کر کے کہا کہ اے کدبانو اگر تیرا شوہر
آوے اور تجھے قید کر رکھے۔ تو تو بھی اپنے معشوق سے شرمندہ ہوگی۔ بہتر ہے کہ اب جلدی جا اور اپنے جانی
کو گلے لگا۔ خجستہ نے سنتے ہی جو ارادہ کیا۔ تو صبح ہو گئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز
بھی یونہی رہا۔ تب یہ شعر پڑھا۔ اور زار زار رونے لگی۔ بیت

صبح سے پہلے جی نکل نہ گیا　　　حیف ہے دل سے یہ خلل نہ گیا

آٹھویں داستان راجہ رائے رایاں اور راجہ قنوج کی لڑکی پر عاشق ہونا ایک فقیر کا

جب سورج چھپا۔ اور چاند نکلا۔ تب خجستہ کپڑے بدل گہنا پہن نہایت بن ٹھن کر طوطے کے پاس
رخصت لینے کو گئی۔ اور کہنے لگی کہ اے طوطے میں تجھ سے شرمندہ ہوتی ہوں کیونکہ ہر ایک شب رخصت
لینے آتی ہوں۔ اور تجھے تکلیف دیتی ہوں۔ اور تو میری خاطر سے اپنا خواب و آرام کھوتا ہے۔ اس تیرے
احسان سے گردن اٹھا نہیں سکتی۔ اور اس کا شکر ادا نہیں کر سکتی۔ بیت

اگر ہر بن میں ہو میری زبان　　　نہ ہو مہربانی کا تیری بیان ہو

طوطے نے کہا۔ اے خجستہ یہ کیا کہتی ہیں میں تیرے شوہر کے زرخرید بندوں میں سے ہوں۔ کام
تیرا موافق غلامی کے کب کر سکتا ہوں۔ جو اس قدر لطف کرتی ہے۔ بلکہ میں آپ ہی خجالت کھینچتا ہوں
لیکن جو کھوں اٹھاؤں گا۔ اور قریب ہے۔ کہ تیرے یار سے تجھے ملاؤں گا۔ بیت

جی تلک اپنا اب گنوا دوں گا　　　پہ تجھے یار سے ملا دوں گا

اور رائے رایاں کی مانند کہ اس کا احوال تو نے سنا ہوگا تیرے کام کرنے میں بھی سعی کروں گا
خجستہ نے پوچھا کہ اس کا احوال کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت: طوطا کہنے لگا کہ قنوج کے راجہ کی بیٹی صاحب جمال تھی۔ ایک فقیر اس پر عاشق ہوا
اور اس کے عشق میں دیوانہ ہو گیا۔ جب ہوش آیا۔ تب اپنے دل میں کہا۔ یہ کیا دیوانہ پن ہے ادنے
کو اعلیٰ کے ساتھ کیا نسبت تو بیچارہ درویش اور فقیر۔ وہ راجہ کی بیٹی تیرے ہاتھ کب لگے گی۔ بیقراری
کے سبب سے بعد کئی دن کے یہ پیغام راجہ کے پاس بھیجا کہ اپنی بیٹی کا بیاہ میرے ساتھ کر دے۔ کہ
میں اس کو چاہتا ہوں۔ میری گدائی اور اپنی بادشاہی پہ نظر نہ کر۔ راجہ یہ پیغام فقیر کا

سنکر غضب میں آیا۔ اور بولا ارے کوئی ہے۔ جلد ادھر آوے۔ اس فقیر کو جا کر سزا دے۔ دیوان ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ کہ حاکم کو یہ لازم نہیں۔ کہ غریب فقیر کو گالی دے یا ایذا پہنچائے۔ اس کو اس حکمت سے اس شہر سے نکالو۔ کہ مارا جاوے۔ اور آپ پر بدنامی نہ آوے۔ بعد اس کے دیوان نے فقیر کو بلا کر کہا۔ کہ اے فقیر اگر ایک ہاتھی زر سے لدا ہوا لاوے تو یقین ہے۔ کہ اپنی معشوقہ کو پاوے۔ درویش اس بات کے سنتے ہی خوش ہو کر زر کی فکر کرنے لگا۔ تب کسی شخص نے فقیر کو کہا۔ کہ اے گدا اگر تو اپنے تئیں رائے رایاں کے پاس پہنچاوے گا۔ تو موافق اپنی مراد کے جو چاہے گا۔ سو پاوے گا۔ اسی وقت وہ فقیر رائے رایاں کے پاس گیا۔ اور اس سے سوال کیا کہ اے رائے رایاں بابا کی خیر۔ ایک ہاتھی اشرفیوں سے بھرا ہوا یہ فقیر پاوے گا۔ یہ صدا درویش کی جونہی رائے رایاں نے سُنی۔ تو وہیں ایک ہاتھی اشرفیوں سے لدا ہوا اس کو دیا۔ فقیر اس ہاتھی کو لئے ہوئے راجہ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اے مہاراج یہ فیل زر سے لدا ہوا مجھ سے لیجئے۔ اور اپنی بیٹی سے میرا نکاح کر دیجئے۔ تب راجہ نے اپنے دیوان سے کہا۔ کہ حکمت تیری کچھ کام نہ آئی۔ اور وہ زر کا لدا ہوا ہاتھی لے ہی آیا ہے۔ اب کیا کیجئے۔ تب اسنے عرض کی۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ فقیر رائے رایاں کے پاس جا کے یہ ہاتھی معہ زر مانگ لایا ہے۔ کیونکہ اب زمانے میں سوائے اس کے اور کوئی نہیں۔ وہ پھر اپنے جی میں سوچکر اس درویش سے یہ کہنے لگا۔ کہ اے فقیر راجہ کی بیٹی ایسی نہیں ہے۔ جو ایسے ہاتھی کے بدلے ہاتھ آوے۔ اگر لینا منظور ہے۔ تو ابھی جا رائے رایاں کا سر کاٹ لا۔ اور یہ لڑکی اپنے ساتھ جہاں چاہے وہاں لے جا۔ غرض وہ فقیر رائے رایاں کے پاس جا کر کہنے لگا۔ کہ اے رائے بابا۔ اب تیرے سر کے بدلے میری آرزو ملتی ہے۔ اگر تو اپنا سر دے گا۔ تو یہ فقیر اپنا مدعا و لخواہ پائے گا۔ رائے رایاں نے کہا۔ کہ اے فقیر تو اپنی خاطر جمع رکھ یہ سر پرمیشر نے اسواسطے پیدا کیا ہے۔ کہ کسی کے کام آوے میں ایک مدت سے اس سر کو ہتھیلی پر دھرے ہوں۔ کہ جو کوئی مانگے اسے دوں۔ اب جو تو نے طلب کیا ہے۔ یہ حاضر ہے اور میں بھی موجود ہوں۔ میرے گلے میں رسی باندھ کر اس راجہ کے پاس لے چل۔ اور اس سے کہو۔ کہ وہ جو سر تمنے مانگا تھا اس سر کو معہ تن لایا ہوں۔ اگر اس نے قبول کیا۔ تو سر میرے تن سے کاٹ لینا۔ اگر اس نے کچھ اور مانگا۔ تو وہ بھی حاضر کر دونگا۔

آخر وہ درویش رائے رایاں کی گردن میں رسی باندھ کر اس راجہ کے پاس لیگیا۔ اس نے جب جوانمردی اس مرد کی دیکھی۔ تو اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے پاؤں پڑا۔ اور کہنے لگا کہ سچ ہے۔ سوائے تیرے اب اس زمانہ میں ایسا سخی جوانمرد کوئی نہیں۔ اور نہ ہوگا۔ جو ایک فقیر کے واسطے اپنا سر دیوے۔ یہ کہہ کر اپنی بیٹی کو بلایا۔ اور رائے رایاں کے حوالے کر دیا۔ اور کہا کہ اے مہاراج یہ تمہاری لونڈی ہے جسکو جی چاہے اُس کو دید یجئے۔

طوطے نے یہ کہانی کہہ کر خجستہ سے کہا کہ اے کدبانو میں بھی اپنا سر تیرے کام میں گنوا دونگا۔ جلدی جا اور اپنا مطلب حاصل کر۔ خجستہ نے جب ہی چاہا کہ جائے۔ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے بانگ دی بیت

اے سحر میری دشمنی کب تک ۔۔۔ وصل کی شب کبھی دکھاوے گی

نویں داستان طوطے کی بیوفائی شاہ عالم بادشاہ سے

جب آفتاب چھپا اور ماہتاب نکلا خجستہ درد عشق کے مارے روتی ہوئی طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور اسے متفکر دیکھ کر کہنے لگی۔ کہ اے طوطے غمگین ہے۔ طوطا بولا کہ اے کدبانو تجھ کو تیرے فکر نے حیران کیا ہے۔ اور اسی اندیشہ میں میرا دانہ پانی چھوٹ گیا ہے۔ میں اسی سوچ میں پڑا رہتا ہوں۔ کہ کیونکر دریافت کروں کہ وہ معشوق تیرا تجھ سے وفاداری کریگا یا عالم شاہ کے طوطے کی طرح بے وفائی کر کے دغا دیگا۔ خجستہ نے پوچھا کہ وہ نقل کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا کہ کسی وقت میں ایک صیاد نے طوطے کے آشیانے کے قریب جال بچھایا اور اس کو بچوں سمیت گرفتار کیا۔ اس وقت طوطے نے اپنے بچوں سے کہا۔ کہ بابا اس وقت بھی مصلحت بہتر ہے۔ کہ تم اس جگہ مردہ کی صورت ہو کر گر پڑو۔ اگر تم کو چڑیمار مردہ پائیگا۔ تو چھوڑ دیگا۔ میں تمہارا جو پھنسونگا تو کچھ مضائقہ نہیں اگر میں جیتا رہونگا۔ تو کسی نہ کسی حکمت سے اپنے تئیں تمہارے پاس پہنچاؤنگا۔ ان بچوں نے اس کے کہنے کے بموجب کیا۔ ہر ایک اپنا اپنا دم چرا کر گر پڑا۔ اس صیاد نے معلوم کیا۔ کہ شاید مر گئے ہیں۔ ان کو اس دام سے رہا کیجئے۔ یہ کہہ کر ان کو دام سے نکالا۔ وہ ہر ایک اڑ گیا۔ اور ایک درخت کی شاخ پر جا بیٹھے۔ تب اس طوطی پر چڑیمار نے غضب و غصہ کیا۔ اور چاہا کہ اس کو زمین پر دے پٹکے اتنے میں اس طوطی نے کہا۔ اے صیاد خبردار مجھے وقت مار۔ اگر میں جیتا رہونگا۔ تو بہت سا زر نقد دلواؤنگا۔ کہ جیتا رہیگا عمر بھر تو کسی چیز کا محتاج نہ ہوگا۔ اور جب تک جیتا رہیگا تب تک کسی کام کا اندیشہ نہ کریگا۔ کیونکہ میں نہایت عقلمند اور طبیب ہوں۔ کہ ہزار مریض کو کہ جن کو ارسطو اور لقمان جواب دیں۔ ان کو اچھا کروں۔ تو مجھے اپنے بادشاہ کے پاس لے چل۔ اور میری طبابت کی اس سے تعریف کر۔ پھر جتنے تو چاہیگا اتنے کو اس کے ہاتھ بیچ ڈالنا۔

غرض وہ صیاد اس طوطی کو ایک پنجرہ میں بند کر کے اپنے بادشاہ کے پاس لے گیا۔ اور کہنے لگا کہ خداوند یہ طوطی نہایت عقلمند ہے۔ اور فن طبابت میں بھی بہت دستگاہ رکھتا ہے۔ اگر حکم ہو تو حضور پرنور میں حاضر ہو۔ عالم شاہ نے کہا۔ کہ بھائی میں بھی اسی فکر میں تھا۔ مجھے ایک دانا درکار ہے۔ اور یہی آرزو رکھتا ہوں۔ کہ کوئی ایسا آدمی ہووے۔ جو میرے مرض کو دور کرے

بہتر ہے کہ میرے پاس سے تو اس کی قیمت لے۔ اس نے دس ہزار اشرفی اس کی قیمت کہی۔ بادشاہ نے وہی قیمت دی۔ اور اسے صیاد سے لے کر اپنے گھر گیا۔ وہ طوطا بادشاہ کا علاج کرنے لگا بارے دو چار دن میں آدھا مرض اس کا اس کی دوا سے دور ہوا۔ تب طوطے نے کہا اے بادشاہ خدا کے فضل اور میری دوا کی تدبیر سے اب تم کو آدھی صحت ہو گئی ہے اگر مجھ پر رحم کرو۔ اور اس پنجرے سے خلاصی بخشو۔ تو میں ابھی ڈھونڈ کر ایسی دوا لاؤں۔ کہ بعد دو چار دن کے تو چنگا ہو۔ اور غسل کرے۔ عالم شاہ نے جانا کہ شاید یہ طوطا سچ کہتا ہے۔ اس اعتبار پر اسے قفس سے آزاد کیا۔ طوطے نے اپنے جنگل کا راستہ لیا۔ اور پھر ادھر منہ تک نہ کیا۔

طوطے نے یہ نقل تمام کر کے کہا۔ کہ اے خجستہ میں بھی اس بات سے ڈرتا ہوں۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ وہ معشوق تیرا اس طوطے کی طرح دغا بازی نہ کرے خدا کے واسطے جلد جا اور اپنے یار سے ملاقات کر۔ اور جب تک تو اس کی آزمائش نہ کرے۔ اعتبار نہ کرنا۔ کد بانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جائے۔ لیکن اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ بولا۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ اور یہ فرد پڑھ کر رونے لگی۔ فرد ؎

آج مہ رو سے اپنے میں ملتی　　گر نہ کرتا فلک یہ بے مہری

دسویں داستان سوداگر اور اس کی زوجہ کی

جب شمس پنہاں ہوا۔ اور قمر عیاں ہوا۔ تب خجستہ روتی ہوئی اور سرد آہیں بھرتی ہوئی رخصت لینے کو طوطے کے پاس گئی متفکر ہو کر اس نے پوچھا۔ کہ اے کد بانو آج کیوں اس قدر حیران ہے خیر تو ہے۔ بی بی اتنا غم نہ کھا۔ اور اتنی اذیت نہ اٹھا۔ خدا احسان کرے گا خجستہ کہنے لگی۔ کہ اے محرم راز میں ہمیشہ تیرے پاس آتی ہوں۔ اور احوال اپنی بے قراری کا سناتی ہوں۔ وہ کون وقت ہوگا کہ جس وقت تو مجھے رخصت کریگا۔ کہ اپنے معشوق سے ملاقات کروں گی۔ اگر آج کی شب رخصت کرے تو میں جاؤں۔ اور نہیں تو صبر کر کے اپنے گھر بیٹھ رہوں۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ اے کد بانو تو ہر رات میرے پاس آتی ہے۔ اور باتیں میری سنتی ہے۔ جانے کے وقت صبح ہوتی ہے۔ اور رات کو آخر کر دیتی ہے میں چاہتا ہوں۔ کہ آج کی رات جلد جا۔ اگر کہے تو ایک قصہ چھوٹا سا سناؤں۔ کہ جس کے باعث تیری بات رہے۔ اور تو کسی آفت میں نہ پڑے۔ یہ یاد رکھنا اگر تو کہیں جاوے۔ اور خاوند تیرا اوہاں

749

تجھے نظر پڑے۔ تو تو بھی اس سوداگر کی جورو کی طرح شور و غل کرنا تاکہ وہ پشیمان ہووے اور تیری بات رہے خجستہ نے پوچھا کہ اس کی داستان کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت: طوطا بولا کہ کسی شہر میں ایک سوداگر نہایت مالدار تھا۔ اور اس کی جورو بہت خوبصورت تھی۔ وہ تاجر کسی ملک میں واسطے تجارت کے گیا۔ اور پیچھے جورو نے بدکاری یہانتک اختیار کی۔ کہ ہر ایک شخص کے ہاں جاتی۔ تمام رات عیش و عشرت اور گانے بجانے میں گنواتی۔ بعد کئی مہینے کے اس کا شوہر مال و اسباب بہت سا لے کر اپنے شہر میں آیا۔ اور کسی حویلی میں اترا۔ اور بعد پہر رات کے ایک دلالہ کو بلا کر کہنے لگا۔ کہ میں آج اپنے گھر میں نہیں جا سکتا۔ تو اگر کہیں سے ایک عورت خوبصورت لے آوے گی۔ تو میں بہت خوش کروں گا۔ اور دس اشرفی تجھے دونگا۔ اور بیس اُسے دوں گا۔ یہ سنتے ہی وہ بڑھیا لوٹ گئی۔ کہ یہ تو بڑا سوداگر ہے۔ ایک عورت کی خاطر بیس اشرفی دیتا ہے۔ آخر وہ بڑھیا لالچ میں آگئی۔ اور کسی کو تلاش کیا۔

غرض بہت سا ادھر اُدھر ڈھونڈکر حیران ہوئی۔ جب کہیں رنڈی ہاتھ نہ لگی۔ تب اتفاقاً وہ کٹنی اسی تاجر کے گھر گئی۔ اور بی بی سے کہنے لگی۔ کہ آج کسی ملک سے ایک بڑا سوداگر مالدار آیا ہے اور اور خوبصورت بھی ہے۔ اُسنے ایک رنڈی بلوائی ہے۔ اگر تیرا جی چاہے تو چل۔ صبح کو بیس اشرفی لیکر اپنے گھر آ۔ وہ اس دلالہ کے ساتھ ہوئی۔ اور اس سوداگر کے پاس آئی۔ اسنے جونہیں اپنے خاوند کی صورت دیکھی۔ وہیں پہچان گئی۔ اور جی میں کہنے لگی۔ کہ واہ جی واہ یہ تو میرا ہی خاوند ہے۔ اب کیا کروں۔

القصہ وہ غل کرتی اُٹھی۔ اور کہنے لگی اے ہمسایہ لوگو! دوڑو اور میرا انصاف کرو۔ چھ برس سے میرا خاوند سوداگری کو گیا تھا۔ میں دن رات اس کی راہ تکتی تھی۔ اب جو یہ یہاں آیا۔ تو اس حویلی میں اُترا۔ اور میرے گھر نہ گیا۔ آج میں اس کے آنے کی خبر سن کر آپ آئی ہوں۔ اگر تم میری داد کو پہنچو تو بہتر ہے۔ نہیں تو قاضی کے یہاں نالش کروں گی۔ اور اسے نہ چھوڑوں گی۔ آخر ہمسایہ کے لوگ جمع ہوئے۔ تب اس نے ان سے کہا۔ کہ میں اس کی جورو ہوں۔ اور یہ میرا خاوند ہے۔ مجھے یہ اکیلا اس شہر میں چھوڑ کر سفر کو گیا تھا۔ میں اسی غم میں آٹھوں پہر رہا کرتی تھی۔ بارے آج خدا کے فضل سے میاں صاحب جیتے جاگتے جو آئے۔ تو گھر نہیں گئے۔ اور مجھ سی بیوی صاحب جمال کو بھلا کر غیر بدبختوں کے ساتھ عیش کیا چاہتے۔ آج میں یہ خبر سنکر آئی ہوں۔ تم خدا ترس ہو انصاف کرو۔

آخر اس سوداگر کو ہر ایک شخص نے سمجھا بجھا کر اس کی بی بی سے ملا دیا۔ اور یہ کوئی نہ سمجھا۔ کہ وہ آپ ہی خرچی کو آئی تھی۔

کیوں دیکھا اس عورت کی زبان آوری۔ کہ جس کے سبب سے حرمت نہ گئی۔ اور خاوند کو اپنے گھر میں لائی۔

جب طوطے نے یہ داستان تمام کی۔ تو خجستہ سے کہا۔ کہ اُٹھ دوڑ اپنے معشوق کے پاس جا۔ دیر نہ کر خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے۔ اتنے میں صبح ہو گئی۔ اور مُرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھا۔ بیت۔

کس طرح میسر ہو شبِ وصلِ دلارام　　ہر صبح ہے درپے یہ مرے گردشِ ایام

گیارھویں داستان زمیندار کی جورو کی اپنی سخن آرائی سے ندامت نہ اُٹھائی

جب سُورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ بے اختیار زار زار روتی ہوئی طوطے کے پاس رُخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اے محرم راز آج اسکی مفارقت سے حال دل تباہ ہے۔ اگر تو جانے دے تو جلد رُخصت کر نہیں تو صبر کر کے بیٹھ رہوں۔ مگر یہ جانتی ہوں۔ کہ جو کوئی عاشق ہے۔ اسے صبر سے کیا کام۔ بے اختیار جی چاہتا ہے۔ کہ کسی طرح اپنے آپ کو اس کے پاس پہنچاؤں۔ اور خوب سا اسکے گلے میں لگ کر خط جدائی کا اُٹھاؤں۔ رُباعی ؎

دیکھوں گی تجھ کو کس کے سائیں　　آنکھیں تو بند ہوئی ہیں سائیں
دل یاد میں دیدہ منتظر بر سر راہ　　ہونٹوں پہ دم رٹوں سائیں سائیں

طوطا کہنے لگا۔ کہ اے خجستہ میں نہ جانتا تھا۔ کہ عشق فسادی یہاں تک تجھے تباہ کریگا۔ اور غم اس کی جُدائی کا اس حال کو پہنچا دے گا۔ میر حسن ؎

ترے غم سے آنے لگا مجھ کو ہول　　ترے غم سے آنے لگا مجھ کو ہول

لیکن خدا کا فضل چاہیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب اپنے یار سے ملیگی۔ اگر ہر ایک شب تو میرے پاس رُخصت لینے آتی ہے۔ اور میری باتیں سُنکر شب اُمید کو گنواتی ہے۔ پر عقلمندوں نے کہا ہے کہ جو کوئی سوچکر کام کرتا ہے وہ ہرگز پشیمانی نہیں اُٹھاتا۔ بلکہ ہمیشہ سرخرو رہتا ہے۔ جس طرح سے کہ اس دہقان کی جورو نے سوچکر جو حرکت کی۔ تو کچھ ندامت نہ کھینچی۔ خجستہ نے پُوچھا کہ اس کا قصہ کیونکر ہے۔

حکایت: طوطا کہنے لگا۔ کسی دن ایک گنوار کی جورو اپنے کوٹھے پر بیٹھی تھی۔ ایک نوجوان اس کو دیکھ کر عاشق ہُوا۔ عورت نے بھی معلوم کیا۔ کہ یہ مجھ پر شیدا ہوا ہے۔ بُلوا لیجئے اور مزے اُٹھایئے۔ آخر اس مرد کو اشارے سے طلب کیا۔ اور کہہ دیا کہ بعد آدھی رات کے تو اس درخت کے نیچے آکر بیٹھ رہنا۔ میں بھی اپنے خاوند کو سلام

کر کے تیرے پاس آؤں گی۔ یہ کہہ کر اسے رخصت کیا۔ اور آپ اپنے گھر آئی۔ اور کاروبار میں مشغول ہوئی جب آدھی رات گذری۔ جوان اس درخت کے نیچے آ کر بیٹھ رہا۔ یہ عورت خصم کو چھوڑ کر وہیں گئی۔ اور اسکے ساتھ ہی سو رہی۔ اتفاقاً اس کا سسر اس وقت کسی کام کے واسطے اٹھا۔ اور باہر جانے لگا۔ کیا دیکھتا ہے کہ بیٹے کی جورو ایک غیر مرد کے ساتھ سوتی ہے۔ یہ اس بات سے رنجیدہ ہو اس کی پازیب اتار کر لے گیا۔

جب اسکی آنکھ کھلی تو کیا دیکھتی ہے۔ کہ پاؤں میں پازیب نہیں ہے۔ اس نے معلوم کیا۔ کہ میرے سسر نے آ کر یہ ماجرہ دیکھا ہے۔ اب صبح کو خدا جانے کیا ہو۔ یہ سمجھ کر اپنے یار سے کہا کہ تم جاؤ پھر کبھی آنا یہ کہہ کر اس کو رخصت کیا۔ اور ادھر سے اپنے خاوند کے پاس آ کر لیٹ رہی بعد ایک دم کے کہنے لگی کہ یہاں اس وقت گرمی لگتی ہے۔ اس درخت کے نیچے ٹھنڈی ہوا ہے چلیئے۔

آخر الامر اس بہانے سے اپنے خاوند کو اس درخت کے نیچے لائی۔ اور دونوں ملکر سو رہے۔ جب اسکی آنکھ لگ گئی۔ تب جگا کر کہنے لگی۔ کہ اجی سوتے کیا ہو اٹھو اور ایک تماشا دیکھو۔ وہ بے اختیار اٹھ بیٹھا۔ اور کہا کہ کیا کہتی ہو۔ کہنا کیا تھا تمہارے باپ نے میری ایک پازیب اتار لی ہے۔ تب اسنے کہا خیر صبح کو میں انہیں سمجھاؤں گا۔ جیسا میرا باپ ہے ویسا ہی تیرا باپ ہے۔ یہ کیا کہ میرے پاؤں کی پازیب اتار کر لے گیا ہے اور مجھے ننگا کھلا دیکھ لیا ہے۔ خیر میں صبح کو انہیں سمجھا دوں گا۔ کہ پھر ایسی حرکت نہ کرنا جب صبح ہوئی تو بیٹے باپ کو سمجھانے لگا۔ کہ بابا جان تم کو مناسب ہے۔ جہاں بیٹا اور بہو ساتھ سوئے ہوں وہاں جاؤ اور ان کو اس حال میں دیکھو تب اس کے باپ نے کہا کہ بیٹا کچھ مت پوچھ۔ تیری عورت کمبخت ایک غیر مرد کے ساتھ سوتی تھی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ اور یہ پازیب پاؤں کی اتاری ہے۔ یہ بات سنتے ہی وہ اور بھی خفا ہوا۔ کہ تم خواہ مخواہ میری جورو کے دشمن ہوئے ہو میں خوب جانتا ہوں۔ اس وقت گرمی کے باعث سے میں نے اس درخت کے نیچے اسکے ساتھ سوتا تھا۔ کہ تم نے یہ حرکت کی چنانچہ یہ سن کر باپ اسکا شرمندہ ہوا۔

طوطے نے یہ قصہ تمام کر کے کہا۔ کہ کیوں دیکھا تو نے اس رنڈی نے کیا کارستانی کی۔ کہ اپنے اوپر کچھ بات نہ آنے دی۔ غیر کی دوستی بھی رہی۔ اور سسرے کو ذلیل کیا۔ آپ اچھی کی اچھی رہی۔ اے خجستہ اب تو جلد جا۔ اور اپنے دلدار کو گلے لگا۔ کہ بانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے۔ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ اس کا جانا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ فرد پڑھی۔ اور رونے لگی۔

بیت

وصل کی شب گذر گئی افسوس آئی پھر ہجر کی سحر افسوس

بارھویں داستان سوداگر بچی اور شغال کی کہ سوداگر بچی کی حکمت سے رسوائی سے بچی

جب سورج چھپا اور چاند نکلا رات ہوئی تب خجستہ آنکھوں میں آنسو بھرے گریبان چاک کئے سینہ پر سوز سے طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی کہ اے عقلمند تیری دانائی پر نہایت اعتبار رکھتی ہوں۔ اس واسطے ہر رات تیرے پاس آتی ہوں۔ اور تیری تدبیر اور رائے اور دانائی کے صدقہ اور وفاداری کے قربان آج دل اُڑا آتا ہے۔ اور سینہ پھٹا جاتا ہے۔ کیونکہ اپنے تئیں تیری تدبیر و رائے اور دانائی اور کس طرح سے اپنے گلے لگاؤں فرد

آتش عشق جی جلاتی ہے — یہ بلا جان پر ہی آتی ہے

اگر مجھے اب رخصت نہ کرے گا۔ تو کب کریگا۔ اور اب اجازت نہ دیگا۔ تو کب دیگا۔ تیری منت کرتی ہوں اور اسی تدبیر پھرتی ہوں۔ فرد

رہا ہونے کی اپنے کس طرح تدبیریں کیجئے — بہار آئی ہے کیونکر خانۂ زنجیر میں رہیئے

خدا کے واسطے کچھ ایسا ڈھب کہ جس کے باعث دلدار سے جلد ملاقات ہو۔ اس کو سن کر طوطا کہنے لگا۔ کہ اے خجستہ یہ غم تیرا میرے دل میں ہے۔ اور میں جب تک جیتا ہوں بے فکر رہو نگا۔ اور کس شب تجھکو رخصت نہیں کرتا۔ کہ تو محبوب کے پاس نہ جائے بلکہ تو آپ سے نہیں جاتی۔ اور میری باتوں میں رات گنواتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بھید تیرا کھلے اور چرچا اس کا لوگوں میں پڑے۔ تجھے ایسی حکمت سکھا دیتا ہوں۔ کہ جیسا ایک سوداگر بچی کو ایک گیدڑ نے سکھائی تھی جس طرح اس کے سبب وہ رسوائی سے بچی رہی۔ تو بھی بچی رہے گی۔ تب خجستہ نے کہا کہ اسکی کہانی کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت۔ طوطا کہنے لگا کہ کسی شہر میں ایک امیر نہایت عالیشان اور دولتمند تھا۔ اور بیٹا اسکا نہایت کریہہ منظر اور بدشکل اور احمق تھا۔ جب وہ لڑکا بالغ ہوا۔ تب اس کے باپ نے کسی سوداگر کی بیٹی سے بیاہ کر دیا۔ وہ لڑکی نہایت خوبصورت اور عقلمند اور ہشیار گانے بجانے میں بھی نہایت ہی شعور رکھتی۔ اتفاقاً وہ لڑکی کسی رات اپنے کوٹھے پر بیٹھی تھی۔ اور ایک شخص دیوار کے تلے خیال گا رہا ہے۔ عورت کا دل سنتے ہی اس کی آواز پر آ گیا۔ اپنے کوٹھے سے اتر کر اس کے پاس جا کر کہنے لگی کہ اے شخص میرا خاوند نہایت بدصورت اور احمق ہے۔ تجھ سے ہو سکتا ہے۔ کہ مجھے اپنے ساتھ کسی ملک میں لے نکلے۔ جب تک میں جیتی رہوں گی تیری فرمانبرداری کروں گی۔ آخر کار اسنے بھی اسکی بات قبول کی۔ اسی گھڑی اسکو اپنے ساتھ لے کر جنگل کی راہ لی۔ اور ایک تالاب کے کنارے پر جا کر کسی درخت کے نیچے دونوں بیٹھے

بیٹ کر سو رہے۔ بعد ایک گھڑی کے وہ مرد جوان چونکا۔ اور اس عورت کے بدن کا تمام زیور اتار لیا
اور آپ چلتا بنا۔ اس عرصہ میں کہیں اس کمبخت کی جو آنکھ کھلی۔ تو نہ بدن میں گہنا دیکھا۔ اور نہ بستر پر یار۔ اب
اس کو یقین ہوا۔ کہ اس دغاباز نے صاف مجھ سے دغا کی۔ پھر پشیمان ہو کر کہنے لگی۔ کہ یا الٰہی معاف کر میری تقصیر
میں نے جو کیا وہ پایا۔ اتنے میں صبح ہو گئی۔ تب اس تالاب کے کنارے متفکر ہو کر جا کھڑی ہوئی۔ کیا دیکھتی ہے۔
کہ ایک گیدڑ منہ میں ہڈی لئے تالاب کے کنارے آیا۔ ایک مچھلی جو دیکھی۔ تو ہڈی منہ سے پھینک دی۔ اور اس
پر دوڑا۔ مچھلی اسے دیکھ کر پانی میں ڈوب گئی۔ تب وہ گیدڑ پھر اسی ہڈی کو لینے گیا۔ تو اسکو بھی نہ پایا۔ کیونکہ اسے
ایک کتا لے گیا تھا۔ اس ماجرہ کو دیکھ کر وہ عورت نہایت زور سے ہنسی۔ اور کہنے لگی کہ کیا خوب مثل مشہور ہے
جو آدھی کو چھوڑ ساری کو جاوے۔ تو پھر ساری ملے نہ آدھی پاوے۔ یہ سن کر اس گیدڑ نے پوچھا۔ کہ بی بی
تو کون ہے۔ جو اس وقت جنگل میں اکیلی اس تالاب کے کنارے کھڑی ہے۔ اسنے اپنا سب احوال اس
شغال سے کہا۔ تو اس کو اس کے حال پر رحم آیا۔ کہنے لگا کہ بی بی کچھ اندیشہ نہ کر صلاح تو یہ ہے۔ کہ تو یہاں
سے دیوانوں کی طرح ہنسی اور روتی اپنے گھر چلی جا۔ جو تجھے اس حال میں دیکھے گا۔ رحم کریگا۔ اور کوئی کچھ نہ کہے گا
آخر اس رنڈی نے موافق اسکی تدبیر کے اپنا حال بنایا۔ اور گھر کا رستہ پکڑا۔ وہیں سے دیوانوں کی
طرح شور و غل کرتی ہوئی اپنے گھر گئی۔ اس حیلہ کے باعث کسی نے اس کو برا نہ جانا۔ بلکہ ہر ایک اس کو
دیکھ کر کڑھنے لگا۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کر کے خجستہ سے کہا۔ کہ یہ وقت اچھا ہے۔ جلد جا اور اپنے معشوق سے مل
کچھ اندیشہ مت کر خدا نہ کرے اگر کوئی مشکل آوے گی۔ تو ایک حیلہ ایسا سکھا دونگا۔ کہ وہ مشکل تیری آسان
ہوگی۔ اور تیری حرمت رہیگی۔ خجستہ نے چاہا کہ جائے۔ اتنے میں صبح ہوئی اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اسکا
اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ فرد پڑھی اور رونے لگی۔ فرد

رات کا سچ ہوا نہ خواب مرا ۔۔۔ نہ بلا صبح آفتاب مرا

تیرھویں داستان شیر اور برہمن کی کہ برہمن طمع کر کے جان سے گیا

جب سورج چھپا۔ اور شام ہوئی خجستہ بے قراروں کی سی صورت بنائے ہوئے طوطے کے پاس
رخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی کہ اے طوطے معلوم ہوا۔ کہ تجھے میرے درد کی کچھ خبر نہیں۔ میری باتیں سنکر اڑا دیتا ہے۔
اور ادھر ادھر کے جھوٹے سچے قصے کہانی سنایا کرتا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ تجھے اس سے کیا حاصل۔ طوطے نے کہا کہ اے
کدبانو خدا سے چاہتا ہوں۔ کہ تو کہیں جلد اس کے پاس جاوے لے گلے لگاوے تو آپ ہی نہیں جاتی اور

دیر کرتی ہے۔ اس میں میری کچھ تقصیر نہیں ہے شعر

یوں آپ کی خوشی ہے مجھے قتل کیجئے　　بر حق تو بس یہی ہے کہ میری خطا نہیں

مگر خیر اب شتاب جا۔ اور اس سے ملاقات کرکے جلد پھر آ۔ یہ یاد رکھنا کہ وہاں کسی چیز کا طمع نہ کرنا کیونکہ لالچ بہت بری شئے ہے۔ اگر طمع کریگی تو تیرا بھی حال ایسا ہی ہوگا۔ جیساکہ اس برہمن کا ہوا تھا خجستہ نے پوچھا کہ اس کی نقل کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت: طوطے نے کہا۔ کہ کسی شہر میں ایک برہمن نہایت مالدار تھا۔ اتفاقاً وہ مفلس ہوکر کسی اور ملک میں کچھ پیدا کرنے گیا۔ ناگاہ کسی روز ایک جنگل میں جا پہنچا۔ اور تالاب کے کنارے پر دیکھا کہ ایک شیر بیٹھا ہے۔ اور ایک لومڑی اور ایک ہرنی اسکے آگے کھڑی ہیں۔ برہمن متفکر ہوکر ڈر کے مارے وہیں کھڑا رہا۔ یکایک لومڑی اور ہرنی کی نظر اس پر جا پڑی۔ تب آپس میں وہ دونوں سوچکر بولیں۔ کہ اگر شیر اسکو دیکھے گا۔ تو مار ہی ڈالے گا۔ کچھ ایسی مصلحت کیجئے۔ کہ جس کے باعث سے شیر اس کو نہ مارے۔ بلکہ انعام دے یہ بات ٹھہرا کر وہیں دعائیں دیکر کہنے لگیں۔ کہ آپ کی سخاوت یہاں تک مشہور ہے۔ کہ یہ آدمی بھی آپ سے کچھ مانگنے آیا ہے۔ اور ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ شیر نے سر اٹھاکر دیکھا۔ اور خوش ہوکر اس برہمن کو آگے بلایا اور نہایت رحم کھایا۔ غرض زر و زیورات لوگوں کا کہ جنکو مارا تھا سب اس برہمن کو بخشا۔ اور مہربانی سے رخصت کیا۔ تب وہ برہمن بہت سا مال لیکر گھر گیا۔ اور مزے سے گذران کرنے لگا۔ بعد ایک مدت کے پھر جو لالچ آیا۔ تو پھر وہ برہمن اجل گرفتہ اسی شیر کے پاس گیا۔ اس وقت اس کے پاس بھیڑیئے او کتے کھڑے تھے۔ اس برہمن کو دیکھتے ہی خوش ہوئے۔ اور شیر سے کہنے لگے۔ کہ یہ آدمی کیسا شوخ اور کتنا ڈھیٹھ ہے۔ کہ آپکی بے طلب روبرو آتا جاتا ہے اور خطرہ اپنی جان کا نہیں کرتا ہے۔ اس بات کے سنتے ہی شیر آگ بگولا ہوگیا۔ اور اپنی جگہ سے اوچھل کر ایک ہی طمانچہ مارا اور برہمن کا کام تمام کیا۔ اور کہا کہ اے خجستہ اگر وہ برہمن لالچ نہ کرتا۔ تو جان سے مارا نہ جاتا۔ یہ یقین ہے کہ جو لالچ کریگا سو بلا میں پڑیگا۔ خیر اب پہر رات باقی ہے۔ جلد جا اور اپنے معشوق سے مل۔ اور اتنی رات عیش و عشرت میں بسر کر۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے اور اسے گلے لگاوے اتنے میں پو پھٹی۔ اور مرغ نے اللہ اکبر کی آواز دی جانا اسکا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھکر رونے لگی۔ بیت

وصل کی شب تو کیوں گنواتی ہے　　اے سحر کس لئے تو آتی ہے

چودھویں داستان بلی چوھوں کو مار کر منفعل ہوئی

جب سورج چھپا۔ اور چاند نکلا۔ تب خجستہ گلنار جوڑا پہن کر گہنے پاتے سے اپنے تئیں آراستہ کرکے

طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور اسے دیکھ کر کہنے لگی۔ کہ اے طوطے خوش کرنے والے آج کیوں غمگین ہے۔ اور اس قدر کیوں اندیشہ ہے۔ طوطا بولا کہ اے کدبانو مجھ کو تیرا غم مارے ڈالتا ہے۔ اور یہی اندیشہ کھائے جاتا ہے۔ کہ تو ہر ایک شب رخصت لینے میرے پاس آتی ہے۔ اور میری باتوں میں صبح ہو جاتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یکایک تیرا خاوند آجاوے۔ اور تو نہ جا سکے۔ اور نہ جانے کے باعث سے پشیمان ہو مانند اس بلی کے کہ جس نے چوہوں کو مار کر انفعال کھینچا تھا۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی کہا۔ اے طوطے چوہے تو بلی کی خوراک تھی۔ یہ تعجب ہے۔ کہ بلی چوہوں کے مارنے سے پشیمان ہوئی۔ کچھ اس کا مطلب میں نہیں سمجھی۔

حکایت۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی بیابان میں ایک شیر ایسا بوڑھا ہو گیا تھا۔ کہ بڑھاپے کے باعث اس کے دانتوں نے ڈیریں چھوڑ دیں۔ اگر وہ کچھ گوشت کھاتا۔ تو ریشہ اسکے دانتوں میں اٹک رہتا تھا۔ اور اس جنگل میں چوہے بہت رہتے تھے۔ جب وہ شیر رات کو سوتا۔ تب ہر ایک چوہا آن کر اس کے مسوڑوں سے ریشہ گوشت کا کھینچتا۔ اور وہ گوشت نکال کر کھا جاتا۔ اسی سبب سے اس کو اذیت ہوتی اور وہ چونک پڑتا۔ آخر اسنے کہا کہ تم کچھ ایسی تدبیر کرو کہ یہ چوہے مجھے تکلیف نہ دیں۔ اور میں چین سے سویا کروں۔ تب لومڑی نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ کہ حضرت سلامت بلی آپکی خاص رعیت ہے۔ اس کو پاسبانی کی خدمت دیجئے۔ اور آپ فرصت سے رات بھر آرام کیجئے۔ یہ بات لومڑی کی شیر کو خوش آئی۔ اور بلی کو بلوا کر خدمت کوتوالی کی دی وہ اپنی خدمت پر مستعد ہوئی۔ چوہے [illegible] نے بلی کو دیکھ کر جنگل کا رستہ پکڑا۔ تب شیر نے اپنی خاطر خواہ رات کو آرام کیا اور بلی کو سرفراز کیا۔ پر وہ بلی [illegible] دانائی سے ان چوہوں کو دور ہی دور سے دھمکایا کرتی۔ اور کبھی کسی کو نہ پکڑتی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ان کی بدولت مجھ کو یہ خدمت ملی ہے۔ اگر انکو کھا ڈالوں گی۔ تو شیر کا مجھ سے کچھ سروکار نہ رہے گا اور یہ خدمت چھین لیگا۔ اس بات کو سمجھ کر وہ اپنے اوپر فاقہ قبول کرتی۔ اور انسے کسی کو نہ کھاتی۔

اتفاقاً ایکدن خدا نے اسکی عقل پر پردہ ڈالا۔ کہ وہ اپنا بچہ شیر کے آگے لائی۔ اور ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ آج میں کسی کام کو جاتی ہوں۔ اگر حکم ہو تو اپنے بچے کو چھوڑ جاؤں۔ کل صبح کو پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہونگی یہ بات اس کی شیر نے پسند کی۔ اور بلی سے خوشی سے رضا دی۔ بلی اپنے کام کو گئی۔ اور یہاں اس بچہ نے جسکو دیکھا مار لیا۔ غرض ایک ہی رات میں سب کا کام تمام کیا۔ دوسرے صبح کو آکر بلی نے جو دیکھا۔ تو ہر ایک کو مرا پایا تب اپنا سر پیٹ لیا۔ اور کہنے لگی کہ اے بدبخت یہ کام کیا کیا۔ جو تمام چوہے مار ڈالے انہیں کے سبب سے میری حرمت تھی تب بچہ نے کہا تم نے کیسے چلتے وقت مجھکو منع نہ کیا۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ وہ پچھتائی اور پشیمان ہوئی جب یہ خبر شیر کو پہنچی کہ اب اس جنگل میں چوہے کا نام نہیں۔ تب بلی کو اسنے جواب دیا۔ اور کوتوالی سے معزول کیا۔

طوطے نے یہ داستان تمام کر کے کہا۔ کہ کدبانو نہایت کاہلی کرتی ہے۔ کہ ابتک دور نہیں جاتی اور یہ لکیں

رات مفت میں گنواتی ہے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تیرا شوہر نہ آجاوے۔ اور اس بلی کی طرح تو بھی خفیف ہو۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ اتنے میں صبح ہو گئی۔ اور مرغ نے اذان دی۔ جانا اسکا اس روز بھی موقوف رہا تب یہ بیت پڑھا اور رونے لگی۔ بیت:۔ وصل کی رات مفت کھوتی ہے ٭ اے سحر کس لئے تو ہوتی ہے۔

پندرھویں داستان شاہ پور مینڈک کی کہ اپنی قوم پر بلا لا کر پشیمان ہوا

جب سورج چھپا۔ اور چاند نکلا خجستہ کپڑے بدل اور بہت سا گہنا پہن طوطے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی۔ کہ اے طوطے میں تجھے دانا جانتی ہوں۔ اور تیری مصلحت نیک سمجھتی ہوں لیکن مجھکو تجھسے کچھ حاصل نہیں ہوتا ایسی تدبیر نہیں بتاتا۔ کہ جسکے باعث اس سے ملوں اور اپنے مقصد پر پہنچوں اگر اس کام میں دیر ہوئی ہے طوطا اے خجستہ میں ایسی تدبیر میں ہوں۔ تو اپنی خاطر جمع رکھ میں تجھے تیرے یار کے پاس پہنچائے دیتا ہوں۔ اے بیوقوف عاقل اسے کہتے ہیں جو اپنا آغاز و انجام سمجھتا ہوا اپنے نیک و بد پر نظر رکھتا ہو وہ آخر کو پشیمان ہوتا ہے جس طرح کہ شاہ پور نے اپنی قوم کا کہا نہ مانا خجستہ نے پوچھا کہ شاہ پور کون تھا اس کا قصہ کیونکر ہے۔

حکایت طوطا کہنے لگا۔ کہ عرب کے ملک میں ایک گہرا کنواں تھا۔ اور اس میں بہت سے مینڈک تھے شاہ پور نام ان کا سردار تھا جب وہ مینڈکوں پر بہت ستم کرنے لگا تو وہ سب گھبرا کر آپس میں مشورت کرکے کہنے لگے کہ ہم اسکے ہاتھ سے عاجز آئے ہیں اسکو موقوف کرکے ایک اور مینڈک کو اپنی قوم کا سردار کیجیے۔ یہ بات مقرر کرکے ان مینڈکوں نے اسکو تغیر کیا اور دوسرے کو سردار کیا وہ وہاں سے ناچار ہو کر ایک سانپ کے بل کے پاس گیا اور آہستہ آہستہ پکارنے لگا سانپ نے بل سے سر نکالا۔ اور مینڈک کو دیکھکر ہنسا اور کہا اے احمق تو میرا کھانا ہے۔ اور کیوں اپنی جان دینے میرے پاس آیا ہے مینڈک نے کہا کہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں اور فلانے کنوئیں پر رہتا ہوں تمہارے پاس اپنی فریاد لایا ہوں کہ داد پاؤں اور بیوقوفی کو پہنچوں سانپ خوش ہوا اسکو دانا دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ وہ کنواں مجھکو بتلا دے۔ کہ وہاں جاؤں اور تیرا بدلا لوں آخر سانپ اور مینڈک اس کنوئیں پر پہنچے اور اسکے اندر اترے سانپ جب کتنے دنوں میں ان مینڈکوں کو کھا چکا تب اس سے کہنے لگا کہ آج نہایت بھوکا ہوں کچھ ایسی تدبیر کر جس سے میرا پیٹ بھرے۔ تب شاہ پور ڈرا اور نہایت پشیمان ہو کر کہنے لگا۔ کہ میں نے کیا اس سانپ سے مدد چاہی۔ اور اپنی برادری کو برباد کیا۔ خیر اب جو ہوا سو ہوا۔ پھر سانپ سے کہا۔ کہ مجھ پر مہربانی کی جو میرے بدلے ان مینڈکوں کو کھا لیا۔ اب آپ اپنے گھر سدھاریئے باقی کے یہاں جتنے تھے ان کو چھوڑ دو نگا تب شاہ پور نے کہا کہ ایک اور کنواں یہاں سے بہت نزدیک ہے۔ اور اس میں بہت مینڈک رہتے ہیں اگر کہو تو ان کو بھی کسی مکر و فریب سے یہاں لے آؤں۔ یہ بات سانپ نے پسند کی۔ اور اسے رخصت کیا۔ غرض مینڈک اس بہانے سے اس کنوئیں سے نکلا اور کسی تالاب میں جا کر چھپ رہا۔ آخر سانپ کئی دن کے بعد اس کی راہ

دیکھ کر کنوئیں سے باہر نکلا۔ اور اپنے گھر چلا گیا۔

طوطے نے یہ قصہ تمام کرکے کہا کہ اے خجستہ اب دیر نہ کر جلدی کر اور اپنے یار سے مل۔ جونہی چاہا کہ جاوے کہ اتنے میں مرغ نے بولنا شروع کیا

سولھویں داستان کہ سیاہ گوش نے مکر سے بندر کو ہلاک کروا دیا اور اپنی تیز فہمی سے شیر کا مکان لیا

جب آفتاب چھپا اور ماہتاب نکلا۔ خجستہ کپڑے بدل اور گہنا پہن منہ بنائے اور تیوری چڑھائے رخصت لینے آئی اور کہنے لگی اے طوطے میں ہر ایک شب تیرے پاس رخصت لینے آتی ہوں اور حالت اپنی بیقراری کی دکھاتی ہوں۔ تجھے کہانی سنے نہیں آتی۔ جو تو ناحق میرا مغز پھرا تا ہے اور جھوٹ موٹ کے قصے سناتا ہے۔ کہنی سے خوب بھلا۔ جو تو مت دے۔ تب طوطا بولا کہ اے کدبانو تیرے جلنے سے تیرا کچھ نقصان نہوگا۔ بلکہ ہر ایک شخص فائدہ اٹھاویگا بہتر یہ ہے کہ آج جلد جا اور اپنی معشوق سے ملاقات کر اگر کوئی دشمن وہاں پہنچے اور تجھے شرمندہ کرے۔ تو تو بھی سیاہ گوش کی طرح مکر سے حیلہ بنانا۔ اور اپنی بات بنانا۔ خجستہ نے پوچھا کہ اس سیاہ گوش کی کہانی کیونکر ہے بیان کر۔

حکایت: طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی جنگل میں ایک شیر رہتا تھا۔ اور ایک بندر اسکا مصاحب تھا۔ اتفاقاً شیر کسی اور مکان کی سیر کو چلا گیا۔ اور بندر کو اپنی جگہ بٹھا کر کہنے لگا۔ کہ جب تک میں یہاں نہ آؤں تب تک تو اس مکان سے خبردار رہنا اور کسی کو اس مکان میں نہ بسنے دینا۔ بعد کئی دن کے ایک سیاہ گوش نے اس مکان کو دیکھ لیا اور وہیں رہنے لگا اسلئے کہ وہ مکان نہایت اچھا تھا۔ تب بندر نے کہا کہ اے سیاہ گوش یہ مکان شیر کا ہے۔ تیری کیا قدرت کہ بے حکم اسکے یہاں رہے یہ بات اچھی نہیں۔ تب بندر نے سیاہ گوش سے یہ جواب پایا۔ کہ یہ مکان تیرے باپ کا ہے میں نے اپنے باپ سے میراث میں پایا ہے تجھے خبر نہیں اور لڑیوں ہی ہے۔ تو تجھے کیا۔ آگ جانے لوہار جانے دھونکنے والے کی بلا جانے۔ یہ بات سن کر بندر چپ ہو رہا اور اپنے جی میں کہنے لگا۔ کہ مجھے کیا جو کوئی جیسا کریگا۔ ویسا پاویگا۔ پھر سیاہ گوش کی مادہ نے کہا پر اسنے کہا کہ اے مادہ جس وقت وہ یہاں آویگا میں ایک حیلہ کرکے اس جگہ سے ٹال دونگا۔ تو خاطر جمع رکھ۔ کچھ پرواہ نہیں

القصہ بعد کئی دن کے شیر کے آنے کی خبر معلوم ہوئی۔ تب بندر پیشوائی کیلئے گیا۔ اور سیاہ گوش کے احوال سے اسکو آگاہ کیا۔ اور کہا کہ میں نے کہا تھا۔ کہ اس مکان میں مت رہ کیونکہ یہ شیر کے رہنے کا مکان ہے۔ اگر تو یہاں رہیگا۔ تو تیرے حق میں یہاں کا رہنا بہت برا ہے۔ تب اسنے جواب دیا۔ کہ یہ مکان میں نے اپنے باپ کی ورثہ میں پایا ہے۔ کچھ شیر کے دادا کا نہیں ہے۔ جو چھوڑوں۔ اور جگہ کی خاطر حیران پھروں۔ یہ سنکر شیر نے کہا۔ کہ اے موذی اس کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ سیاہ گوش نہیں۔ بلکہ مجھسے زیادہ قوت رکھتا ہے۔ جو ایسی شریری بات کرتا ہے اسنے کہا کہ نہیں وہ تو سیاہ گوش ہی ہے۔ کوئی اور جانور تو نہیں ہے۔ اگر اس پر آپکی ذرا بھی آنکھ پڑیگی۔ تو اسکی

جان ہی نکل جاوگی۔ آپ چلکر اسے دیکھئے ہیں اتنا بیوقوف تو نہیں جو آپ سے کچھ کا کچھ کہوں
تب اس سے شیر نے کہا۔ کہ اے بندر خدا برحق ہے۔ یہ کیا کہتا ہے اکثر جانور ایسے بھی ہیں کہ وہ دیکھنے میں چھوٹے اور شجاعت و بہادری میں مجھسے بڑے۔ شاید انہیں میں سے وہ بھی ہو یہ کہکر ڈرتے ڈرتے اپنی جگہ کی طرف چلا۔ سیاہ گوش اپنی مادہ سے اس کے پہنچنے سے پہلے ہی کہہ چکا تھا۔ کہ جس وقت اس جگہ شیر پہنچے۔ تو تو اپنے بچوں کو رلا دینا۔ اور اگر میں پوچھوں۔ کہ یہ کیوں روتے ہیں۔ تو تو کہنا کہ آج یہ شیر کا تازہ گوشت مانگتے ہیں باسی نہیں کھاتے۔

القصہ جب شیر اس مکان کے قریب پہنچا۔ تو بچوں نے رونا شروع کیا۔ سیاہ گوش نے پوچھا۔ کہ یہ کیوں غل مچاتے ہیں۔ مادہ نے جواب دیا کہ یہ بھوکے ہیں۔ سیاہ گوش بولا کہ میں نے کل ہی اتنا گوشت شیر کا لا دیا تھا۔ کیا اس میں سے کچھ باقی نہیں۔ تب اسکی مادہ نے کہا۔ کہ جتنا بچا تھا وہ رکھا ہی ہے۔ پر یہ تازہ ہی مانگتے تب اس نے بچوں سے کہا۔ کہ تم قدرے دم لو۔ اور خاطر جمع رکھو میں نے سنا ہے۔ کہ آج اس جنگل کا شیر بہت بڑا آتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو انشاء اللہ ابھی اُسے مار لاتا ہوں۔ اور تمہیں خوب پیٹ بھر بھر کر کھلاتا ہوں شیر اس بات کو سنتے ہی بے اختیار جی چھوڑ کر بھاگا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سچ مچ مجھے پکڑ لے۔ اور اپنے بچوں کے تائیں کھلاوے۔ اتنا نہ سمجھا کہ سیاہ گوش ہے۔ اور بندر سے کہا۔ کیوں میں نہ کہتا تھا کہ یہ نڈر نہایت کم ہمت اور چھوٹا جانور ہے۔ کہ جس نے میرا گھر چھین لیا۔ بندر نے کہا۔ اے شیر وہ تجھے فریب دیتا ہے۔ شیر یہ سن کر پھر اپنے گھر کے پاس آیا۔ اور سیاہ گوش کی مادہ نے پھر اپنے بچوں کو رلایا۔ تب اسکے شوہر نے دریافت کیا۔ کہ اب کیوں غل مچاتے ہیں۔ ان کو چپ کراؤ۔ البتہ آج شیر کا گوشت میرے ہاتھ لگے گا۔ کیونکہ ایک بندر بہ میرے دوستوں میں سے۔ وہ اقرار کر گیا ہے۔ اور قسم کھائی ہے۔ کہ میں آج ہی کسی نہ کسی طرح سے شیر کو تیرے پاس لے آتا ہوں۔ یقین ہے کہ وہ اس کو کسی فریب سے لا دیگا۔ ایک دم توقف کر انکو سمجھا دے۔ کہ بکار کثرت ہو تو کہ آواز سن کر ادھر نہ آئیگا۔ شیر نے جونہی یہ بات سنی۔ اس بندر کو چیر ڈالا۔ اور وہ خود بھاگ گیا۔ پھر ادھر منہ نہ کیا۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کر کے کہا۔ کہ اے خجستہ آج ساعت نیک اور اچھی ہے۔ جلد جاؤ اور اپنے معشوق سے مل خجستہ سنتے ہی اٹھی کہ جاوے اتنے میں صبح ہو گئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ اور روتے روتے یہ بیت پڑھا ؎

اپنے جانے کا نہ وان دن کو ہے نہ رات کو ڈھب
دیکھیے کیسی بنے آن پڑی بات بے ڈھب

ستر ہویں داستان ریشم باف کی کہ اس کی قسمت نے موافقت نہ کی ناچار ہو کر گھر میں بیٹھ رہا

جب آفتاب چھپا اور ماہتاب نکلا۔ تو خجستہ بعد بہر رات کے خاصی پوشاک پہن۔ اور اچھے جواہر سے بن ٹھن کر طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی اے طوطے ایک مدت سے میں تیری نصیحتیں مانتی ہوں اور باتیں سنتی ہوں مجھے تیری دوستی سے کچھ حصول نہ ہوا۔ طوطا بولا اے کد بانو تو مجھ پر کیوں غضب ناک ہوتی ہے میں تو ہر شب ترغیب دیتا رہتا ہوں پھر میری تقصیر نہیں تیری قسمت بری ہے۔ جو تجھ سے برائی کرتی ہے۔ کہ جس طرح زریہ کے طالع نے زریہ سے موافقت نہ کی خجستہ نے پوچھا کہ اس کی نقل کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی شہر میں زریہ نام ایک شخص ریشمی کپڑا بنا کرتا تھا۔ اور ایک دم اس کام سے ہاتھ نہ اٹھاتا تھا لیکن اسے فائدہ کچھ نہ ہوتا۔ اور موٹا کپڑا بننے والا اس کا ایک دوست ایک دن اس کے گھر گیا اور اسے دیکھ کر اس کا تمام زرومال و زیورات اور اسباب دولتمندوں کی طرح پر ہے۔ اور اپنے جی میں کہنے لگا۔ کہ میں کپڑا لائق دولتمندوں اور بادشاہوں کے بنتا ہوں۔ کیا سبب ہے کہ مجھے روٹی بھی میسر نہیں۔ اور اس کپڑا باف نے اتنی دولت کہاں سے پیدا کی۔ اسی فکر میں اپنے گھر آیا۔ اور اپنی جورو سے کہنے لگا۔ کہ میں اس شہر ناپرسان میں اب نہ رہوں گا۔ کیونکہ یہاں کے لوگ میری قدر نہیں کرتے۔ اور میری کاریگری کو کوئی نہیں پوچھتا۔ لازم ہے کہ کسی اور شہر میں جاؤں۔ شاید وہاں ہی جا کر نصیب چمکے۔ بیت

میں اب شہر بیگانہ میں جاؤں گا — زر و نقد وہاں سے کما لاؤں گا

یہ سن کر عورت مسکرائی۔ اور یہ بیت پڑھنے لگی۔ بیت

یہی بخت گر یاں سے لے جاؤ گے — تو کیا خاک وہاں سے کما لاؤ گے

پھر کہنے لگی کہ اپنے شہر کو چھوڑ کر جانا مناسب نہیں ہے۔ کہیں مت جا۔ جو تیری قسمت میں ہے سو یہیں ملے گا۔ اور اس سے زیادہ کہیں نہ ملے گا۔

القصہ اس نے کہا نہ مانا کسی طرف کو چلا گیا۔ اور ایک شہر میں جا پہنچا۔ مدت تک وہاں اپنا کسب کرتا رہا۔ جب بہت سے روپے پیدا کئے۔ تب گھر کی راہ لی۔ ایک رات کہیں جا اترا اور آدھی رات تک جاگتا رہا۔ آخر نیند کے مارے سو رہا۔ پھر ایک چور آیا۔ اور اسکے روپوں کو لے گیا۔ زریہ چونکا اور اس کے پیچھے دوڑا۔ جب اس کو نہ پکڑ سکا۔ تب لاچار ہو کر پھر اسی شہر میں گیا۔ جب بہت روپے کما

گھر کو روانہ ہوا۔ پھر رات کو کسی جگہ اُترا۔ اور مال کی ہر چند احتیاط کی لیکن اس کو بھی چور لیگیا۔ تب اُس غریب نے اپنے جی میں کہا کہ زر بر تیری قسمت میں رُوپیہ نہیں ہے۔ اس سبب سے چور لیگیا۔ آخر خالی ہاتھ اپنے گھر آیا۔ اور احوال اپنا جورو سے کہا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں نے پہلے ہی تجھ سے کہا تھا۔ کہ نصیب کے سوا کسی جگہ کچھ نہ پاویگا۔ پر کہنا تو نے نہ مانا۔ اور سفر کو چلا گیا۔ تو نے اب کیا فائدہ پایا۔ زر بقدر مقدر ہوتا۔

طوطا یہ قصہ تمام کر کے خجستہ سے کہنے لگا۔ کہ اب دیر مت کر جلد جا۔ اور اپنے معشوق کے گلے لگ۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے۔ اور اسے اپنے گلے سے لگاوے۔ اتنے میں فجر ہو گئی۔ اور مرغ نے بانگ دی جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیٹھ کر رونے لگی۔ بیت

شب سحر ہو گئی آخر اور فرقت نے پھر دکھایا دن

اٹھارھویں داستان چار یاروں کی کہ ایک نادانی سے پشیمان ہو کر گھر پھرا

جب سورج چھپا۔ اور چاند نکلا خجستہ با سینہ پر سوز چشم گریاں آہیں بھرتی ہوئی طوطے کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اے سبز پوش میں عشق کے غم میں مری جاتی ہوں۔ اور تو میری ہر ایک شب نصیحت میں کھو دیتا ہے

نصیحت کی ہر گز نہ مجھ کو شفا میں عاشق ہوں مجھ کو نصیحت سے کیا

طوطے نے کہا اے خجستہ یہ کیا کہتی ہے۔ دوستوں کی بات ماننی چاہیئے کیونکہ جو کہنا دوستوں کا نہیں مانتا وہ خراب ہوتا ہے۔ اور پشیمانی کھینچتا ہے جس طرح سے کہ ایک شخص نے دوستوں کا کہنا نہ مانا اور پشیمان ہوا خجستہ نے کہا اے میرے چہیتے طوطے میں تیرے صدقے وہ کونسی نقل ہے بیان کر

حکایت۔ طوطا بولا کہ کسی شہر میں چار یار تھے۔ اتفاقاً وہ چاروں مفلس ہو کر ایک حکیم کے پاس گئے۔ اور ہر ایک نے اپنا احوال اسکے آگے ظاہر کیا۔ تب حکیم کو ان کے اوپر رحم آیا۔ اور ایک ایک مہرہ حکمت کا ان چاروں کو دیکر کہا۔ کہ یہ مہرہ ہر ایک شخص اپنے سر پر رکھ لو۔ اور چلے جاؤ جسکے سر کا مہرہ جس جگہ گرے وہ اسکا حق ہے آخر وہ چاروں ایک ایک مہرہ اپنے سر پر رکھ کر ایکطرف کو چلے۔ جب کئی کوس گئے۔ ایک کے سر کا مہرہ گرا۔ اسنے جو وہ جگہ کھودی۔ تو تانبا نکلا۔ اسنے ان تینوں سے کہا کہ میں اس تانبے کو سونے سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اگر تمہاری مرضی ہے تو میرے ساتھ یہاں رہو۔ انہوں نے اس کا کہنا نہ مانا۔ اور آگے بڑھے تھے کہ دوسرے کے سر کا مہرہ گرا اس نے زمین کھودی تو روپیہ نکلا۔ تب اس نے ان دونوں سے کہا۔ کہ تم ہمارے پاس ہو یہ روپیہ بہت ہے۔ زندگی گذر جاویگی۔ اس کو اپنا ہی سمجھو۔ انہوں نے اس کا کہنا نہ مانا۔ اور آگے بڑھے۔ کہ تیسرے کے سر کا مہرہ گرا اسنے جو زمین کھودی۔ تو سونا نکلا۔ تب وہ خوش ہو کر چوتھے سے کہنے لگا۔ کہ اس سے اب کوئی چیز اور

بہتر نہیں چاہیئے۔ کہ اب ہم تم یہیں رہیں۔ اسنے کہا اگر آگے جاؤں گا۔ تو جواہر کی کان پاؤنگا۔ یہاں کیوں ہوں
یہ کہکر آگے چلا۔ قریب ایک کوس کے پہنچا۔ تب اس کا بھی دہرہ گرا۔ اسی طرح جواسنے جگہ کھودی۔ تو لوہا نکلا
یہ دیکھکر شرمندہ ہوا۔ اور اپنے جی میں کہنے لگا۔ کہ میں نے کیوں سونے کو چھوڑا۔ اور اپنے یار کا کہنا نہ مانا سچ ہے فرد

سخن دوست کا جو نہیں مانتے　　وہ خاک پشیمانی ہیں چھانتے

اور اس لوہے کو چھوڑ کر اس شخص کے پاس گیا۔ کہ جسنے سونے کی کان نکالی تھی۔ وہاں وہ اسکو نہ ملا
اور نہ سونا ہاتھ آیا۔ تب تیسرے روپے والے کے پاس گیا۔ تو اُسے بھی نہ پایا۔ تو وہاں سے تانبے والے کے پاس گیا
تو اُسے بھی وہاں نہ پایا۔ تب وہ بیچارہ نہایت پریشان ہوکر یہ شعر پڑھنے لگا شعر

کس سے کہئے کہ کیا کیا ہم نے　　جو کیا سو بُرا کیا ہم نے

جب یہ کہانی طوطے نے تمام کی۔ تب خجستہ سے کہا کہ جو کوئی دوستوں کی بات نہیں مانتا وہ ایسا ہی
پچھتاتا ہے۔ خیر اب جا۔ اور اپنے معشوق کو گلے لگا۔ اور مزہ جوانی کا اُٹھا۔ یہ سخن سنتے ہی خجستہ نے چاہا چلوں
وہیں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ تب یہ فرد اپنے حسب حال پڑھ کر رونے لگی فرد

اے شب وصل جلد آ اب تو　　روز فرقت مجھے ستاتا ہے

انیسویں داستان ایک لومڑی کی کہ رات کو رنگریز کے گھر میں نیل کی مٹھور میں گر کر سیاہ ہوگئی تھی

جب دن گذرا اور رات آئی۔ تب خجستہ رخصت لینے طوطے کے پاس گئی۔ اور اسے متفکر دیکھ کر کہنے لگی
کہ اے عقلمند تو کس لئے غم کرتا ہے۔ اور کیوں چپکا بیٹھا ہے۔ طوطے نے کہا کہ اے خجستہ تو بڑے گھر کی بہو بیٹی ہے
اور نہیں معلوم معشوق تیرا کیسا ہے۔ یا اور کسی قوم ہیں سے ہے۔ مگر مجھکو اس سے مضائقہ نہیں۔ اور نہیں
تو اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔ دوہرہ

اُتم سے اُتم ملے اور ملے نیچ سے نیچ　　پانی سے پانی ملے اور ملے کیچ سے کیچ

کند ہمجنس باہمجنس پرواز　　کبوتر با کبوتر باز با باز

خجستہ نے کہا اے محرم راز نہ معلوم کہ وہ کیسا ہے۔ پر میں احوال اس کا کیونکر معلوم کروں طوطا
بولا عیب و ہنر آدمی کا زبان سے معلوم ہو جاتا ہے۔ تو نے شاید قصہ گیدڑ کا سُنا نہیں خجستہ نے کہا کہ اے
شیرین سخن وہ کیونکر ہے۔ میری جان خدا کے لئے بیان کر۔

حکایت: طوطے نے کہا کہ ایک گیدڑ تھا۔ وہ ہمیشہ شہر میں جاتا۔ اور ہر ایک آدمی کے باسنوں میں منہ ڈالتا چنانچہ اسی اپنی عادت کے موافق ایک رات کسی نیل گر کے گھر گیا۔ اور اسکے نیل کے ماٹ میں منہ ڈالتا ہی اس میں گر پڑا اور تمام بدن اس کا نیلا ہو گیا۔ غرض ہزار خرابی اس میں سے نکلا اور جنگل کا رستہ پکڑا۔ وہاں کے حیوانوں نے اسے اس رنگت میں دیکھ کر کچھ بہتر جانا۔ اور سب نے اس کو بادشاہ بنایا اور اس کے حکم میں بخوبی در آئے۔ وہ گیدڑ اس واسطے کہ کوئی اسکی آواز نہ پہچانے چھوٹے چھوٹے جانوروں کو دربار کے وقت اپنے پاس کھڑا کرتا۔ چنانچہ دربار کے وقت اپنی قوم کو صف اول میں جگہ دیتا۔ اور لومڑیوں کو دوسری میں ہرنوں اور بندروں کو تیسری میں۔ بھیڑیوں کو چوتھی میں۔ شیروں کو پانچویں میں ہاتھیوں کو چھٹی میں اور کہا۔ کہ تم سب اپنے اپنے قرینہ سے حاضر رہو۔ اور شام کو جس وقت سب گیدڑ بولتے وہ آپ ہی ان کے ساتھ بولتا اسی سبب سے اس کو کوئی نہ پہچانتا بعد کتنے دنوں کے وہ سردار ان سب گیدڑوں پر خفا ہوا۔ اور انکو اپنے پاس سے سرکا دیا۔ اور ان کی جگہ اوروں کو مقرر کیا۔ درندے جانور جو اس کے پاس کھڑے تھے۔ وہ اس کی آواز سن کر پہچان گئے۔ کہ یہ تو گیدڑ ہے۔ وہ سب شرمندہ ہوئے اور اسی گھڑی اسے تکا بوٹی کیا۔

یہ کہہ کر طوطے نے خجستہ سے کہا۔ کہ اے کدبانو ہر ایک شخص کا عیب و ہنر گفتگو سے معلوم ہوتا ہے ۵

کہاں نطق فصیح اور طبع ناہنجار پیدا ہو　　　کہ افغاں زاغ سے طوطی کی گفتار پیدا ہو

گر از ملک عراق اک مادہ خر سو بار ہو آوے　　　عراقی کی پر اس میں کا ہے کو رفتار پیدا ہو

اب اپنے معشوق کے پاس تو جا۔ اور اس سے بات چیت کر تا کہ عیب و ہنر اس کا تجھے معلوم ہو۔ خجستہ نے چاہا کہ جاوے۔ اتنے میں صبح ہو گئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اسکا روز کی طرح یونہی رہا۔ تب یہ بیت پڑھنے۔ بیت

اے سویرے کیا کیا تو نے !　　　وصل کی شب کو کھو دیا تو نے

بیسویں داستان ایک اعرابی نے بشیر نامی ایک شخص سے دوستی خرچ کر کے مار پیٹ کھائی اور زندگی کا خط بھی اٹھایا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ رخصت لینے کے واسطے طوطے کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی کہ اے طوطے میں تیرے پاس ہر ایک شب رخصت لینے آتی ہوں یا نصیحت سننے۔ تو جو جھوٹ موٹ ادھر ادھر کی باتیں بناتا ہے۔ اور اپنی دانائی دکھاتا ہے۔ کیا خوب اس کو کیا کروں۔ شعر

اشک آتا ہو تو پھر ضبط سے کم رکتا ہے　　　ناصحا تو اٹھ میری بالیں سے کہ دم رکتا ہے

طوطی کہنے لگا کہ اے خجستہ خاطر جمع رکھ۔ اب جلدی اپنے یار سے ملے گی۔ جیسے کہ ایک اعرابی نے
پہلے تو مصیبت اٹھائی پھر راحت پائی۔ بیت ؎

اٹھاتا نہیں جب تلک کوئی رنج — تو ملتا نہیں تب تلک اسکو گنج

یہ سخن سنتے ہی خجستہ نے کہا کہ اے طوطے کہیں تیرے منہ میں گھی شکر پڑے اری بتلا کہ وہ کیونکر مجھسے
ملے گا سچ کہہ کہ مشکل ہو رہی ہے۔ آسان ہو جائے ذرا اس ماجرے سے۔

حکایت۔ طوطا کہنے لگا کہ کسی شہر میں بشیر نامی ایک جوان خوبصورت رہتا تھا چندو نام ایک
عورت صاحب جمال سے اسنے دوستی کی۔ بعد ایک مدت کے احوال دونوں کی دوستی کا ظاہر ہوا۔ جب
اس کے خصم نے اپنی جورو کو اس کے میکے میں لے جا کر رکھا تب بشیر اس کی جدائی میں رات دن رونا
اور آہ و زاری کرتا۔ اور اسی کام میں اپنی اوقات بسر کرتا کبھی ایک اعرابی سے کہ پہلے سے اسکی دوستی میں
تھا جا کر کہا کہ اے دوست جانی میں چندو کے گھر جاتا ہوں۔ اگر تو بھی میرے ساتھ چلے تو بہتر ہے کیونکہ لوگ
کہتے ہیں کہ ایک اور ایک گیارہ ہوتے ہیں۔ یار نے اس کا کہنا مانا۔ اور اس کے ساتھ ہو لیا بعد دو چار
دن کے اس شہر میں جا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھا۔ اور اس اعرابی کو بھی خبر پہنچانے کے لئے گھر بھیجا
آخر وہ شخص اس کے گھر جا کر چندو معشوقہ بشیر سے کہنے لگا۔ کہ اے چندو بشیر نے تجھ کو سلام کہا ہے۔ یہ سنتے
ہی چندو بے اختیار خوش ہو کر کہنے لگی۔ کہ اے شخص تو بھی جا میری طرف سے بھی اسے سلام کہنا۔ اور یہ
پیغام دینا۔ کہ رات کو تیرے پاس بتقریر اس درخت کے نیچے آؤں گی۔ اور جو کچھ کہنا ہے سو ملاقات پر
موقوف ہے۔ جب خوب رات گئی تب چپکے آؤں گی۔ آخر وہ اعرابی اس کا وہ پیغام لیکر بشیر کے پاس گیا۔ اور جو
اسنے کہا تھا۔ وہ سب اسے سنا دیا۔

جب رات ہوئی تب چندو ایک نہایت آراستگی سے آئی۔ اور اسکو گلے لگا کر رونے لگی۔ اور وہ بھی
اسے چھاتی سے لگا کر بے اختیار روتا تھا۔ میر حسن

کیا کہوں میں اس وقت کا ماجرا — کہ جس طرح روتے تھے وو غل مچا
وہ دونو رو کے دونوں باہم یوں ملے — کہ جس طرح ساون سے بھادوں ملے

بعد رونے کے بشیر نے کہا کہ اے چندو آج کی شب تو یہاں رہے گی۔ چندو نے کہا کہ ایک صورت
ہے میرے کپڑے پہن کر میرے پاس یعنی گھر کو جا۔ اور گھونگھٹ سے منہ چھپا کر چپکا انگنائی میں بیٹھ رہیو کہ
میرا خاوند آوے گا۔ اور دودھ کا پیالہ لاوے گا۔ میں وہاں جا کر اسی طرح گھونگھٹ سے منہ
چھپا کے چپکا بیٹھ رہا۔ اتنے میں اس کا خاوند ایک پیالہ دودھ کا لیے ہوئے آیا۔ اور اس سے کہنے لگا

جانی یہ پیالہ میں تمہارے واسطے لایا ہوں۔ گھونگھٹ کھولو۔ اور یہ دودھ پیو۔

غرض اس نے گھونگھٹ نہ کھولا۔ اور نہ وہ پیالہ لیا۔ وہ غصہ ہو کر کوڑے مارنے لگا اور کہنے لگا کہ میں جس قدر منت کرتا ہوں۔ اور عشق جتاتا ہوں تو منہ کھولتی ہے نہ بولتی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ یہاں تک کوڑے مارے کہ پیٹھ اس کی نیلی ہو گئی۔ اور وہ ڈر گئی۔ اور آپ چلا گیا جب وہ باہر نکلا تو ولی کبھی اپنے حال پر روتا کبھی ہنستا تھا۔ اتنے میں چندو کی ماں نے آ کر سمجھایا کہ بی بی میں ہمیشہ تجھے نصیحت کرتی ہوں۔ کہ ہر گھڑی کا لکھوڑا اچھا نہیں ہوتا ہے۔ جانی تو اس کی اطاعت کیوں نہیں کرتی۔ اگر بشیر کا حکم کرتی ہے تو پھر شاوند کا منہ نہ دیکھے گی۔ یہ کہہ کر اس کی بہن کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی کہ ماں واری۔ تو جا کر سمجھا کہ تو اپنے خاوند سے سازش کرتی نہیں۔ یہ بات سنتے ہی چندو کی بہن کہ نہایت ہی چندر ماں سے خوبصورت تھی آئی۔ اور اعرابی کے گلے لگ کے کہنے لگی۔ کہ تو آج اپنے خاوند سے مت رو۔ تو اعرابی نے جو اس کا مکھڑا دیکھا۔ تو اپنا دکھ بھولا۔ اور چادر منہ سے اٹھا کر کہنے لگا۔ کہ تیری بہن تو بشیر کے پاس گئی ہے اور مجھے یہاں بھیجا ہے۔ تو دیکھ میں نے اس کی خاطر کیا آفت سہی۔ اب تجھے لازم ہے کہ میرے پاس سورہے۔ اور یہ راز فاش نہ کرے۔ نہیں تو میں تیرا اور تیری بہن کا دونوں کا راز فاش کروں گا۔ اور دونوں رسوا ہو گے۔ یہ بات سن کر وہ ہنسی۔ اور اس کے ساتھ سو رہی۔ قریب صبح کے وہ اعرابی چندو کے پاس گیا۔ چندو نے اس سے پوچھا کہ رات کیونکر گذری۔ اس نے سب احوال اسکے شوہر کا اور بہن کا کہا۔ اور اپنی پیٹھ دکھائی۔ اور رو دیا۔ چندو نہایت شرمندہ ہوئی۔ اور پھر یہ سمجھی۔ کہ رات بھر میری بہن کے ساتھ اسنے رنگ رلیاں منائی۔ اور گلچھڑیاں اپنے دل کی کھولیں ہیں۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کر کے کہا۔ اے خجستہ اب سدھار۔ اور اپنے معشوق سے لطف اٹھا۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے۔ اور اپنے معشوق سے ملے۔ کہ اتنے میں فجر ہو گئی اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ فرد پڑھ کر زار زار رونے لگی۔ بیت

مجھے جس سحر نے جدا یار سے ۔۔۔ کیا تھا وہی پھر نہ آئی نظر

اکیسویں داستان کہ ایک سوداگر اپنے گھر میں کھانا کھاتا تھا۔ اور ایک سوار آ کے شریک ہوا۔ اور گھوڑا اسکا مر گیا تو قاضی کے پاس جا کر مقدمہ ہارا

جب سُورج چھپا۔ اور چاند نکلا خجستہ اچھے کپڑے پہن کے رُخصت لینے طوطے کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی۔ آج فرقت کے باعث دل کو بے قراری معلوم ہوتی ہے۔ بیت

پہنچا دے یہ پیام کوئی میرے یار تک بے اختیاری تھام چکی اختیار تک

اگرچہ میں اپنے محبوب کے پاس جا سکتی ہوں۔ مگر بغیر تیری رُخصت اور مصلحت کے ہرگز نہیں جا سکتی۔ کیونکہ میں تیری عقل پر اعتماد رکھتی ہوں۔ اگر آج کی شب رُخصت دے۔ تو تمام عمر تیری احسانمند رہوں گی۔ اور دعائیں دیا کروں گی۔ طوطے نے کہا اے کدبانو جو عقلمند ہوتے ہیں۔ وہ سوائے مصلحت کے کام نہیں کرتے۔ تو خواہ دانشمند ہے۔ کہ بغیر مشورت کے کبھی کچھ کام نہیں کرتی۔ یہ سچ ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی تجھ سے دُشمنی کریگا۔ تو اپنے شعور کے سبب اور تدبیر کی راہ سے کسی بلا میں نہ پڑے گی۔ جس طرح کہ ایک سوداگر اپنے علم اور دانائی کی راہ میں حیلہ کیا کہ پشیمان نہ ہُوا۔ بیت

دانا کسی طرح جسے ذات نہیں حاصل پت نہیں رکھتا کسی کے رُوبرو جاہل

خجستہ نے پوچھا کہ اس کی داستان کیونکر ہے بیان کر

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ اگلے زمانے میں ایک سوداگر نہایت عقلمند ایک گھوڑا بد خو رکھتا تھا۔ ایک دن وہ سوداگر اپنے ڈیرے میں بیٹھا ہُوا کھانا کھاتا تھا۔ اسی عرصہ میں ایک شخص گھوڑے پر سوار وہاں آیا۔ اور اُتر کر اس سوداگر کے گھوڑے کے پاس باندھنے لگا۔ اور مستعد کھانا کھانے کا ہُوا۔ سوداگر نے اس سے کہا۔ کہ میرے گھوڑے کے پاس مت جائیو خطا پاوے گا۔ اور میرے ساتھ کھانا نہ کھاؤ۔ شرمندگی اٹھاؤ گے۔ اس نے یہ بات سنتے ہی گھوڑے کو وہیں باندھا۔ اور سوداگر کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔ اسنے کہا کہ تو کون ہے۔ کہ بغیر پرسنے کے میرے ساتھ کھانا کھاتا ہے اسنے اپنے تئیں بہرہ بنایا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ جب سوداگر نے جانا کہ یہ بہرہ ہے یا گونگا۔ یہ سمجھ کر چپکا ہو رہا۔ اور سوداگر کے گھوڑے نے ایسی لات ماری۔ کہ اس کے گھوڑے کا پیٹ پھٹ گیا۔ اور گھوڑا مر گیا۔ تب اس سوار نے قضیہ شروع کیا۔ اور کہا کہ قیمت اس کی میں تجھ سے لا کلام لونگا۔ میرے گھوڑے کو مار ڈالا ہے۔ پھر اس شخص نے قاضی کے پاس جا کر فریاد کی۔ قاضی نے اس سوداگر کو بلایا۔ اسنے دربار میں حاضر ہو کر اپنے تئیں گونگا بنایا۔ قاضی نے اس سے بات پوچھی تو جواب نہ دیا۔ قاضی نے کہا کہ یہ گونگا ہے اسکی کچھ خطا نہیں۔ مدعی نے عرض کی کہ حضرت سلامت آپ نے کیونکر معلوم کیا کہ یہ گونگا ہے۔ اسنے پہلے ہی مجھ سے کہا تھا۔ کہ یہ گھوڑا شوخ ہے۔ اسکے پاس اپنے گھوڑے کو نہ باندھ۔ اب اسنے اپنے تئیں گونگا بنایا

قاضی نے کہا کہ تو بڑا احمق حرام زادہ ہے۔ اس کے منع کرنے کی گواہی دیتا ہے۔ اور اپنے گھوڑے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس میں اس کی کیا تقصیر ہے۔ چل دُور ہو سامنے سے قاضی نے اس کو نکلوا دیا۔ اور سوداگر کو رخصت کیا یہ کہہ کر طوطے نے خجستہ سے کہا کہ اے خجستہ اب دیر نہ کرو۔ اور جاؤ اپنے معشوق کو گلے لگاؤ۔ کد بانو نے یہ سُنتے ہی چاہا کہ جاوے اور اپنے محبوب کو گلے لگاوے۔ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ فرد پڑھ کر رونے لگی فرد

اے سحر ہاتھ سے تیرے میں شب امید اپنی کھو بیٹھی

بائیسویں داستان کہ ایک عورت نے شیر سے حیلہ کر کے اپنی جان بچائی

جب سُورج چھپا۔ اور چاند نکلا۔ تو خجستہ رخصت لینے طوطے کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی کہ اے محرم راز میرے اوپر رحم کر اور آج کی رات مجھے رخصت دے۔ اور جو مجھ سے کہنا ہے۔ جلدی کہہ دے۔ طوطے نے کہا اے کد بانو میں نے تجھے بارہا آزمایا ہے۔ پر غافل ہی پایا ہے۔ نصیحت میری کچھ درکار نہیں۔ خدانخواستہ اگر تجھ پر کوئی حادثہ پڑے۔ تو تو بھی ویسا ہی حیلہ کرنا۔ جیسا کہ ایک عورت نے شیر کے ساتھ جنگل میں کیا تھا۔ کہ جسکے سبب کوئی آفت اس کو نہ پہنچی۔ خجستہ نے پوچھا کہ میری جان وہ حکایت کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا کہ کسی شہر میں ایک شخص تھا۔ اس کی جورو نہایت بدخو اور زبان دراز تھی۔ ایک دن اس کے شوہر نے کسی تقصیر سے کئی کوڑے اس کو مارے۔ وہ عورت اپنے دونوں لڑکوں کو لے کر جنگل میں چلی گئی۔ اتفاقاً اس کو شیر نظر آیا۔ یہ اس کو دیکھ کر ڈری۔ اور ہراساں ہو کر کہنے لگی۔ کہ میں نے بُرا کیا۔ جو شوہر کی بے مرضی باہر چلی آئی۔ اگر اب کچھ آفت اس شیر کے ہاتھ سے بچ پر نہ پڑے تو گھر سے کبھی نہ نکلوں گی۔ اور اس کی فرمانبرداری میں رہا کروں گی۔ آخر اس عورت نے بہانہ کر کے شیر سے کہا کہ اے شیر میرے پاس آ۔ اور ایک بات میری سُن۔ شیر نے متعجب ہو کر اس عورت سے کہا۔ کہ کیا ہے۔ وہ بولی کہ اس جنگل میں ایک بڑا شیر ہے۔ کہ جس سے آدم اور حیوان سب ڈرتے ہیں۔ اور بادشاہ بھی اس کے کھانے کے واسطے دو چار آدمی روز بھیجا کرتا ہے۔ جس طرح سے کہ آج مجھے اور میرے دونوں لڑکوں کو بھیجا ہے۔ اگر تیرا جی چاہے۔ تو ان لڑکوں کو مجھ سے لے۔ اور کہا کہ جنگل سے بھاگ جا تاکہ میں بھی اکیلی ہو کر اپنی راہ پکڑوں۔ یہ بات سن کر شیر نے کہا۔ کہ اچھا تو نے جب تمام احوال سُنا دیا۔ تو مجھے لازم نہیں ہے۔ کہ تجھے یا تیرے لڑکوں کو میں کھاؤں۔ کس واسطے مجھے

بھی بھاگنے کی فرصت نہیں۔ یہ کہہ کر شیر نے ایک طرف کی راہ لی۔ اور یہ اپنے بچوں سمیت گھر آئی
اور تمام عمر اپنے خاوند کی فرمانبرداری میں رہنے لگی۔

یہ کہہ کر خجستہ سے کہا۔ اب رخصت کر اپنے معشوق کے پاس جا اور رات گئے لگا۔ وہ دوہرہ پڑھا
کہ اپنے یار کے پہنچ یار کے پیٹھے لگ۔ سو رہی دنیا کی پیر کو دو لوگ ے۔ وہ یہ سنتے ہی خجستہ نے چاہا
کہ اس کے پاس جاوے۔ اور مرد زندگی کا اٹھاوے۔ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا
اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ دوہرہ پڑھا اور رونے لگی۔ دوہرہ

پیتم یہ مت جانیو کہ بچھڑے ہوئے چین ۔ جیسی بن کی لاکڑی اور سلگت ہیں رین دن

تیسویں داستان کہ خالص اور مخلص نے شاہزادے دوستی کی

جب سورج چھپا اور چاند کا ظہور ہوا۔ خجستہ رخصت ہو کر طوطے کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ
اے طوطے وہ کونسا وقت ہوگا کہ اس کے پاس پہنچوں گی۔ اور چاہتی ہوں جاؤں۔ پر نہیں جا سکتی۔ ۵

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا ۔ آخر اس بیماری دل نے اپنا کام تمام کیا

اور نہیں جانتی کہ نصیب میرے کیسے ہیں۔ جو اس سے جدا رکھتے ہیں۔ طوطے نے کہا اے خجستہ اب
میرا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ تو جلد چاہنے والے سے جا ملے گی۔ اس سے ملکر تمام شرطیں دوستی کی بجا لا۔ اور
کوئی بات باقی نہ رکھنا جس طرح سے کہ خدمت شاہزادی کی خالص مخلص نے کی تھی۔ کدبانو نے
کہا۔ کہ حکایت ان کی کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت۔ طوطے نے کہا کہ کسی وقت میں ایک بڑا بادشاہ تھا۔ اور اس کے دو بیٹے تھے۔ جب بادشاہ نے اس دنیا سے کوچ کیا۔ تب تخت و تاج کا مالک بڑا بیٹا ہوا۔ اور اس نے چاہا کہ چھوٹے بھائی کو مار ڈالئے۔ وہ بیچارہ اس شہر سے بھاگا۔ اور کئی روز کے بعد ایک تالاب پر پہنچکر کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک مینڈک کو سانپ پکڑتا ہے۔ اور مینڈک غل مچاتا ہے۔ اور یہ دوہرا پڑھتا ہے دوہرہ

یارب ایسے وقت میں ایسا کوئی آوے　　مارے اس سانپ کو میری جان بچاوے

یہ دوہرہ اس مینڈک سے سنتے ہی شاہزادہ نے ایسا ڈانٹا۔ کہ مارے ڈر کے سانپ نے اسے چھوڑ دیا۔ مینڈک پانی میں چلا گیا۔ سانپ وہیں کھڑا رہا۔ بادشاہزادے نے سانپ سے شرمندگی کھینچی۔ اور یہ بات اپنے جی میں کہی۔ کہ کس واسطے میں نے نوالا اس کا اس کے منہ سے چھڑایا۔ یہ کہکر تھوڑا گوشت اپنے بدن کا کاٹ کر شاہزادہ نے سانپ کے آگے ڈالدیا۔ وہ گوشت کی بوٹی لئے ہوئے اپنی مادہ کے پاس گیا۔ اسکی مادہ نے جسوقت اس گوشت کو کھایا۔ تو اس سے کہنے لگی۔ کہ تو یہ مزیدار کہاں سے لایا ہے۔ سانپ نے کہا احوال اسکا یہ ہے

تب سانپن نے کہا جو شخص تیرے ساتھ احسان کرے۔ پس تجھکو بھی لازم ہے۔ کہ تو بھی شکرہ بجالاوے۔ اور اسکی خدمت میں حاضر رہے۔ غرض سانپ آدمی کی صورت میں ہوکر شہزادے کی خدمت میں گیا۔ اور کہا میرا نام مخلص ہے۔ آرزو رکھتا ہوں کہ میں آپکی خدمت میں نوکروں کی طرح رہوں۔ شہزادے نے اسکو بھی اپنی خدمت میں رکھا۔ پھر وہ دونوں وہاں سے چلے۔ اور کسی شہر میں پہنچے۔ اور وہاں کے بادشاہ کی خدمت میں گیا۔ اور کہا میرا نام مخلص ہے۔ نوکری کرنا چاہتا ہوں میں اکیلا سو آدمیوں سے لڑتا ہوں۔ اگر ہزار روپے روز پاؤں۔ تو خدمت میں حاضر رہوں۔ اور جسوقت جو کام پڑیگا۔ اسی وقت سر انجام دونگا۔ بادشاہ نے اسکو نوکر رکھا۔ اور ہزار روپیہ کا روزینہ مقرر کیا۔ شہزادہ ہزار روپے روز لے کر سو آپ خرچ کرتا۔ اور دو سو شہزادے کو دیتا۔ باقی خدا کی راہ میں خرچ کرتا۔ ایکدن بادشاہ مچھلی کے شکار کو گیا۔ اتفاقاً اسکی انگوٹھی دریا میں گر پڑی۔ ہرچند جستجو کی پر نہ ملی۔ تب شاہزادہ سے کہا۔ کہ یہ انگوٹھی دریا سے نکال لا۔ شاہزادے نے اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ کہ بادشاہ نے یوں ارشاد کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ یہ کونسا بڑا کام ہے۔ جو بادشاہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ پھر مخلص نے کہا۔ خاطر جمع رکھئے یہ کام میرا ہے۔ میں لاتا ہوں۔ مینڈک کی صورت بنکر دریا میں غوطہ مارا۔ اور انگوٹھی لیکر شاہزادہ کے پاس آیا۔ شہزادہ انگوٹھی لیکر بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ نے انگوٹھی لیکر اس پر بہت سی مہربانی فرمائی۔

بعد کئی دن کے بادشاہ کی بیٹی کو سانپ نے کاٹا۔ حکیموں نے بہت سی دوا کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا تب بادشاہ نے شاہزادہ کو کہا۔ کہ میری لڑکی کو اچھا کرو۔ شاہزادہ [illegible] بات سے حیران ہوا۔ اور

اپنے جی میں کہنے لگا۔ یہ کام میرا نہیں۔ خالص نے اپنی عقل سے دریافت کیا۔ اور کہا کہ مجھے اس لڑکی کے پاس لے چلو۔ اور ایک خلوت خانہ میں ہم اور وہ دونوں بیٹھیں۔ خدا کے فضل سے میں اچھا کرونگا۔ غرض شہزادہ اُسے لیگیا۔ اور ایک کمرہ میں دونوں کو بٹھلا کر باہر نکل آیا۔ خالص نے اپنے مُنہ کو اس سانپ کے زخم پر رکھا۔ اور تمام زہر چُوس لیا۔ لڑکی اُسیوقت اچھی ہوگئی۔ تب بادشاہ نہایت خوش ہوا کہ اس لڑکی کا بیاہ اس کے ساتھ کردیا۔ اور اپنا ولیعہد کیا۔ کئی دن کے بعد خالص مخلص نے عرض کی کہ اب ہم رخصت چاہتے ہیں۔ شہزادہ نے کہا۔ کہ یہ کون سا وقت ہے کہ رخصت مانگتے ہو۔ خالص نے کہا میں وہی سانپ ہُوں۔ کہ مجھے آپ نے اپنے بدن کا گوشت کھلایا تھا۔ اور مخلص نے کہا۔ کہ میں وہی مینڈک ہُوں۔ کہ مجھے سانپ کے مُنہ سے چھڑایا تھا۔ اب اُمیدوار ہیں۔ کہ ہم اپنے اپنے گھر جاویں تب شہزادہ نے رخصت کیا۔ دونوں چلے گئے

جب یہ کہانی طوطے نے خجستہ کے روبرو بیان کی۔ اور کہا کہ اچھا اب جاؤ اور دیر نہ کرو کدبانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاؤں۔ اور اپنے یار کے گلے لگاؤں۔ اتنے میں صبح ہوگئی۔ اور مرغ نے اللہ اکبر سنادی بجانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ دوہرا پڑھا۔ دوہرا

میں ڈھونڈے بھلے نہ رہو پھر جوڑ ۔۔۔ اجن کارن بھیجو نک سے چہ نکے رہو

چوبیسویں داستان گم ہونا سوداگر کی لڑکی کا

جب سُورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ رُخصت لینے طوطے کے پاس گئی۔ اور متفکر ہوکر بیٹھی۔ طوطے نے اس کو حیران دیکھکر کہا۔ کہ اے کدبانو تو آج کی شب کیوں اس قدر متفکر ہے۔ بیت

تجھے دیکھنا یوں گوارا نہیں ۔۔۔ اس اندوہ کا مجھکو چارا نہیں

بی بی خدا کے واسطے کسی طرح کا غم نہ کھا۔ اور کچھ اندیشہ اپنے جی میں نہ لا۔ مہر حسن

یہ حُسن و جوانی اور اس پہ یہ غم ۔۔۔ ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم

جب خجستہ نے یہ مضمون طوطے کی زبانی سُنا۔ تب اسنے اسی ڈھب کے شعر پڑھے اشعار

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا ۔۔۔ آہ چُپ بھی رہا نہیں جاتا

نہ ملے اسکے کل نہیں پڑتی ۔۔۔ اور ملوں تو رہا نہیں جاتا

پھر کہنے لگی اے طوطے میں رات سے اسی فکر میں ہُوں۔ کہ معشوق میرا دانشمند یا نادان عالم ہے یا جاہل اگر جاہل ہے۔ تو اس سے دوستی کرنا بہتر ہے اور اگر وہ مورکھ ہے تو اس سے دوری رہنا بہتر ہے کیونکہ مورکھ سے دوستی کرنا ایسا ہے۔ جیسا کوئی اپنے جی میں دشمنی کرے طوطے نے کہا اے خجستہ جاہل و نقل سوداگر کی بیٹی کے گم

ہونے کی اس سے کہی اگر وہ عقلمند ہے اور ہشیار ہے۔ تو اس کا تجربہ کر۔ اگر تیرے سوال کا جواب چھا دیوے تو دانا جانو نہیں تو نادان سمجھو۔ خجستہ نے پوچھا وہ حکایت کیونکر ہے۔

حکایت۔ طوطے نے کہا۔ کہ کابل میں ایک سوداگر نہایت مالدار تھا۔ اور اسکی بیٹی زہرہ نام نہایت خوبصورت تھی۔ تمام شہر کے عمائد اسکی آرزو رکھتے تھے۔ پر وہ کسی کو قبول نہ کرتی تھی۔ اور اپنے باپ سے یہی کہتی تھی۔ کہ میں اس شخص سے شادی کرونگی۔ جو دانشمند کامل ہوگا۔ اور ہنرمند بے بدل اس بات کا شہرہ ہر ایک شہر میں پہنچا۔ غرض کسی ملک میں تین جوان تھے۔ وہ اپنے برابر کسیکو ہنرمند اور ہشیار نہ جانتے تھے۔ وہ تینوں کابل میں جا کر اس سوداگر سے کہنے لگے اے شخص اگر تیری لڑکی شوہر ہنرمند چاہتی ہے۔ تو ہم تینوں آدمی حاضر ہیں۔ کہ بالفعل اس جہان میں ہمارے برابر ہنرمند کوئی نہیں ہے۔ اسنے پوچھا کہ تم کیا ہنر رکھتے ہو۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ میں یہ ہنر رکھتا ہوں۔ کہ جو چیز گم ہوئی بتا دیتا ہوں۔ اور جسجگہ ہو نکال دیتا ہوں۔ دوسرے نے کہا۔ کہ میں کاٹھ کا گھوڑا ایسا بناؤں کہ حضرت سلیمان کے تخت سے بھی آگے اڑاؤں۔ تیسرے نے کہا۔ کہ میں وہ تیرانداز ہوں۔ کہ میرے تیر کا پھل کہا وے اسو کہت چھٹو باہر نہ جاوے یہ سخن سنکر وہ تاجر اپنی بیٹی کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا کہ بیٹیا آج تین شخص ایسے ہنرمند آئے ہیں۔ اب کیا کہتی ہے اسنے انکی تعریف سن کر کہا۔ کہ باباجان میں اپنے جی میں سوچکر کل اسبات کا جواب دونگی۔ اور انمیں سے ایک پسند کرونگی۔ یہ بات کہہ کر آپ رات کے وقت گم ہوگئی۔ صبح کو باپ نے ہر چند ڈھونڈا کہیں پتہ نہ پایا۔ خدا جانے کہاں گئی۔ صبح کو سوداگر اسی شخص کے پاس گیا۔ اور پوچھا کہ سچ کہہ کہ میری بیٹی کہاں گئی اسنے یہ بات سنتے ہی تامل کیا۔ اور ایک گھڑی کے بعد کہا۔ کہ اسکو ایک پری فلانے پہاڑ میں لے گئی کہ وہاں نہ کوئی جاسکتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کی خبر لاسکتا ہے۔ تب اس سوداگر نے دوسرے سے کہا۔ کہ تو گھوڑا کاٹھ کا بنا کر اس تیسرے جوان تیرانداز کو دے۔ کہ وہ اس گھوڑے پہ سوار ہو کر جاوے۔ اور وہاں پری کو تیر سے مار کر میری بیٹی کو اپنے پیچھے چڑھا کر لے آوے۔ آخرکار اسنے کاٹھ کا گھوڑا بنا کر اس تیرانداز کو دیا۔ اور وہ اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس پہاڑ پر گیا۔ اور ایک ہی تیر سے مار کر سوداگر کی لڑکی کو لے آیا۔ پھر وہ تینوں جوان اس لڑکی پر عاشق ہو کر کہنے لگے۔ کہ میں اپنی شادی اسکے ساتھ کروں۔ طوطے نے جس گھڑی یہ سخن یہاں تک پہنچایا۔ تو خجستہ سے کہا۔ کہ یہ حکایت اپنے معشوق سے پوچھ۔ کہ وہ لڑکی ان تینوں میں سے کسکے ساتھ شادی کرے۔ اور کس کو دینی چاہیئے اگر جواب باصواب دے تو جانیو کہ ہشیار ہے نہیں تو نالائق اور نابکار ہے خجستہ نے کہا کہ اے طوطے پہلے تو مجھ سے کہدے کہ وہ کس کو پہنچتی ہے۔ بھلا میں تو دریافت کروں۔ طوطے نے کہا۔ کہ اس کو پہنچتی ہے۔ جو پری کو مار کر اسے لے آیا۔ کیونکہ ان دونوں

نے اپنا شہر دکھایا۔ اور وہ اپنی جان پر کھیلا جو ایسے خوف کے مقام پر گیا۔ اور اس کو لے آیا طوطے نے
یہ کہانی تمام کر کے کہا کہ اے خجستہ تو جا اور اس سے مل فرد

کہاں پھر یہ موسم جوانی کہاں　　غنیمت سمجھ صحبت دوستاں

خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جائے اور اسے گلے لگاوے مگر صبح ہوئی تب رو رو کر کہنے لگی دوہرہ

رین اندھیری تو پلک ڈھانپ تو بے لوں　　نا میں دیکھوں اور کو نا تجھے دیکھن دوں

پچیسویں داستان کہ برہمن نے بابل کے بادشاہ کی بیٹی پر عاشق ہو کر اپنی دانائی سے معہ مال و اسباب پایا

جب آفتاب چھپا اور چاند نکلا تب خجستہ رخصت لینے طوطے کے پاس گئی اور کہنے لگی اے عقلمند پہلے زمانے کے نصیحت کرنے والے اور اے وفادار حرمت کے رکھنے والے بہتر یہی ہے کہ جلد رخصت کر فرد

ساقی خبر شتاب لے میرے خمار کی　　طاقت نہیں رہی مجھے اب انتظار کی

ورنہ صاف جواب دے کہ صبر کروں اور بیٹھ رہوں۔ اور یہ فرد پڑھا کروں۔ فرد

بلبل تو جا تو نہیں گل کے گلے لگ بیٹھ　　دست صبا سے گلشن کو میں رخصتی ہوں

طوطا بولا اے خجستہ میں تجھے ہر ایک شب رخصت کرتا ہوں پر یہ نہیں جانتا کہ نصیب تیرے کیسے ہیں جو تجھ سے یاری نہیں کرتے بہتر ہے کہ آج کی شب جا اور اپنے معشوق سے جا کر ملاقات کر لیکن نصیحت میری یاد رکھ کہ جو کام کر ہوشیاری سے کر جیسے بنے تو فائدہ اٹھائے جس طرح ایک برہمن نے بابل کی بیٹی پر عاشق ہو اور ایک تدبیر سے معشوق اور مال اسباب اسکے ہاتھ لگا۔ اور کسی نے یہ پڑھا ہے

شعر دانا سے جو ہو کام وہ ہر ایک سے نہیں　　عیب بھی کرے تو ہنر جانیے

خجستہ نے پوچھا وہ حکایت کیونکر ہے بیان کر

حکایت طوطا کہنے لگا کہ کسی وقت میں ایک برہمن خوبصورت عقلمند گردش فلکی سے اپنا شہر چھوڑ کے بابل میں جا رہا۔ اور ایک دن کسی باغ میں جا کر سیر گل و غنچہ کی کرنے لگا۔ اتفاقاً راجہ بابل کی بیٹی بھی سیر کے واسطے وہاں آئی تھی۔ گل و لالہ کی دیکھتی پھرتی تھی۔ ناگاہ برہمن کی نظر اس مہ جبین پر پڑی اور اس لڑکی نے بھی اس برہمن خوش طلعت کو دیکھا اور جوانی کی امنگ نے اپنی قوت دکھائی۔ اور شعلہ عشق نے آتش کی دونوں طرف بھڑکائی حاصل کلام بیچارہ برہمن بے ہوش ہوئے دونوں عشق کے دستگیر ہوئے اسکا کیا اور اسکا

بعد دو گھڑی کے دونوں اپنے اپنے گھر گئے اور دیوانے ہو گئے۔ اور ناتواں بیمار پڑ گئے۔ اور وہ برہمن ایک جادوگر کے گھر جا کر اسکے قدموں پر گر پڑا۔ اور یہ قطعہ پڑھنے لگا۔ قطعہ

رنج کھینچے ہیں داغ کھائے ہیں　　دل نے صدمے بڑے اٹھائے ہیں
اب قدم آپ کے نہ چھوڑوں گا　　بڑی محنت سے جسنے پائے ہیں

اور اس جادوگر کی یہانتک خدمت کی کہ وہ اسکی جانفشانی دیکھ کر شرمندہ ہوا۔ اور ایکدن مہربان ہو کر اسے پوچھنے لگا اے غریب آشفتہ طلعت تو آزمایش چاہتا ہے۔ یا کچھ کام و نیاز رکھتا ہے جو کچھ تجھے درکار ہو اسکا سرانجام یہ فقیر کر دے۔ برہمن نے یہ سخن سنکے اس جادوگر کے سامنے ہاتھ باندھ کر اپنا حال بخوبی تمام ظاہر کیا۔ تب اسنے کہا۔ کہ خیر میں جانتا ہوں۔ کہ مجھسے کان زر چاہے گا۔ یا کچھ ایسا کام کہے گا۔ کہ وہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ اور آدمی کی آدمی سے ملاقات کیا بڑی بات ہے۔ یہ کہہ کر اسی گھڑی ایک مہرہ حکمت کا بنا کر اس برہمن کو دیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یہ مہرہ اگر مرد اپنے منہ میں رکھے تو عورت معلوم ہو۔ اور اگر عورت منہ میں رکھے۔ تو مرد معلوم ہو۔ یہ کہہ کر ایکدن وہ جادوگر اس برہمن کو برہمنی کی صورت بنا کر رائے بابل کے پاس جا کر کہنے لگا۔ مہاراج جے ہو۔ میں تو برہمن ہوں۔ میرا لڑکا دیوانہ ہو کر کہیں چلا گیا ہے یہ اسکی جورو ہے۔ اگر اسکو اپنے پاس گھر میں دو چار دن کے واسطے جگہ دو گے تو اس عرصہ میں اپنے لڑکے کو ڈھونڈ کر لے آؤنگا۔ رائے بابل نے یہ بات قبول کی۔ اور اس برہمنی کو اپنے گھر میں رہنے کو جگہ دی۔ اور برہمن جادوگر کو کچھ خرچ راہ دیکر رخصت کیا۔ پھر اس برہمنی کو اپنی بیٹی کے پاس رکھا۔ دونوں آپس میں عاشق و معشوق رہے۔ خجستہ نے دیکھا۔ کہ کس حکمت سے اس جادوگر نے اس برہمن کو اسکے آشنا سے ملا دیا۔ اور آپ بھی روپیہ لیکر اپنے گھر گیا۔

غرض وہ لڑکی برہمنی کو بہت سا پیار کرنے لگی۔ تب ایک دن برہمن نے پوچھا کہ تیرا رنگ دن بدن زرد ہوتا جاتا ہے۔ اور آنکھوں سے رات دن آنسو جاری ہیں۔ بیماروں کا سا حال بنا ہے۔ سچ کہہ کیا کسی سے دل لگا ہے۔ اس لڑکی نے چاہا کہ اپنا حال اس سے چھپائے۔ پر برہمنی نے اس سے چالاکی کرکے کہا کہ جانتی ہوں کہ تو کسی پر عاشق ہے۔ اگر حال زار اپنا مجھ سے کہے گی۔ تو کارسازی تیری کرونگی۔ تب اس لڑکی نے تمام حقیقت اپنی ہو بہو اس سے کہہ سنائی کہ میں ایک برہمن بچے پر مرتی ہوں۔ اور اس کے غم میں جوانی کے دن بھرتی ہوں۔ وہ برہمن جو برہمنی کے بھیس تھا کہنے لگا سچ کہہ اگر تو اس کو دیکھے تو پہچان لے۔ اس نے کہا۔ البتہ اگر اسکو دیکھوں گی۔ تو پہچان لونگی۔ اسنے مہرہ اپنے منہ سے اگل دیا۔ پھر اپنی صورت پر آگیا۔ اسنے اسے پہچان کر خوب سا گلے لگایا۔ اور ایک عجیب طرح کا چین اٹھایا۔ اور کتنے دنوں بعد آپس میں مشورت کرکے کہنے لگے۔ کہ اب یہاں کا رہنا اچھا نہیں ہے۔ بلکہ بہتر یہ ہے۔ کہ اس ملک سے نکل کر کسی اور شہر

میں جا کر رہیں۔ یہ ٹھہرا کر راجہ بابل کی بیٹی بہت ساز و جواہر اپنے باپ کے خزانہ سے لے کر برہمن کے ساتھ آدھی رات کو اپنے گھر سے باہر نکلی اور کسی ملک کی راہ لی۔ اور کئی دن میں کسی اور بادشاہ کے شہر میں جا کر داخل ہوئے اور ایک مکان سر بازار اچھا سا بنا کر رہنے لگے۔ اور تمنا اپنے دل کی بے دھڑک ہو کر نکالنے لگے۔ اور کبھی اختلاط کے وقت شعر خوانی پر جی چلتا۔ تو یہ قطعہ پڑھتے۔ قطعہ

شب دل آرام سے گذرتی ہے ‏ صبح تو جام سے گذرتی ہے
اب تو آرام سے گذرتی ہے ‏ عاقبت کی خبر خدا جانے

جب اس لڑکی کے باپ نے ان دونوں کو نہ دیکھا تب وہ نہایت فکر مند ہوا۔ اور ہر چند ڈھونڈا پر کچھ سراغ نہ پایا۔ کیونکہ وہ اس کے ملک سے نکلکر کسی اور کی سرحد میں چلے گئے تھے۔

طوطے نے یہ کہانی کہہ کر کہا۔ کہ اے بی بی جلد مدعا اور حسرت دل کی اس سے نکال۔ کہ بانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے۔ اور لذت زندگی کی اس سے ملکر اٹھاوے۔ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھا۔ بیت

چھوٹ جاویں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں ‏ خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

چھبیسویں داستان جانا رائے بابل کی بیٹی کا بتخانہ میں پوجا کو اور عاشق ہونا ایک عورت پر اسے پانا پھر مارنا اپنے تئیں پھر زندہ ہونا۔ اور جھگڑا ہونا سر اور تن کا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ رخصت لینے طوطے کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی کہ میں چاہتی ہوں کہ اپنے معشوق کے پاس جاؤں۔ اور پہلے اس کی عقلمندی دریافت کروں۔ اگر عقلمند پاؤں گی تو دوستی کروں گی ورنہ بات بھی نہ کروں گی۔ سنئے کہ عقلمندوں نے کہا ہے کہ تا مقدور تین شخصوں سے صحبت نہ کرنی چاہیئے اور ان کی یاری کا بھروسا نہ کرے۔ اول عورتوں کی دوستی کا دوم لڑکوں کے غلاموں کی تیسرے احمقوں کے ساتھ۔ نقل مشہور ہے۔ کہ دانا کی دشمنی نادان کی دوستی سے بہتر ہے۔ طوطے نے کہا کہ اے بی بی تو جو کہتی ہے سچ کہتی ہے۔ بہتر ہے کہ اس رات ایک حکایت اپنے دوست کے سامنے بیان کر۔ اور اس سے پوچھ اگر جواب ایسا دیوے کہ پسندیدہ ہو۔ تو اُسے عاقل اور ہشیار سمجھ اور جو جواب اچھا نہ دیوے۔ تو نادان جانو خجستہ نے پوچھا وہ نقل بیان کر۔

حکایت۔ طوطا کہنے لگا کہ کسی وقت میں رائے بابل کا بیٹا ایک بتخانے میں پوجا کرنے گیا۔

تھا اور وہاں ایک لڑکی کو دیکھا کہ وہ نہایت خوبصورت ہے۔ کہ بیان نہیں کیا جاتا۔ خدا نے اُسکو عجیب حُسن دیا تھا۔ سُبحان اللہ چودھویں رات کا چاند اسکے مکھڑے سے شرماتا تھا۔ اور سیاہی اسکی زلفوں کی رات کو آٹھ آٹھ آنسو رُلاتی تھی۔ قد اس کا اگر سرو دیکھے تو مارے خجالت کے زمین میں گڑ جائے اگر کبک اسکی رفتار کو پائے۔ شعر

غضب جوڑی کی بندش ہے قیامت قد بالا ہے
ستم جوں پری مکھڑا بدن سانچے میں ڈھالا ہے

وہیں اس پر عاشق ہوا۔ اور دل نے بے قراری جو کی تو گھبرا کر اس بت کے پاؤں پر سر جھکا کر گر پڑا اور دعا عاجزی سے مانگی۔ اگر یہ لڑکی میرے ساتھ بیاہی جاوے۔ تو میں اپنے تن سے سر جدا کروں اور تمہارے قدموں پر پڑا رہاؤں۔ آخر کار یہ کہکر اپنے گھر گیا۔ اور اسکے باپ کو شادی کا پیغام دیا۔ کہ مجھے اپنی غلامی میں لیجئے۔ اور اپنی لڑکی مجھے بیاہ دیجئے۔ جس گھڑی یہ پیغام اس کے باپ نے سُنا اسی گھڑی اپنی لڑکی اسکو بیاہ دی پھر وہ دونوں بطور عاشق و معشوق کے آپس میں ملکر رہنے لگے۔ کبھی یہ اپنے گھر اسکے ساتھ چین کرتی۔ اور کبھی وہ اپنے مکان میں اسکے ساتھ آرام کرتا۔ اسی طرح سے ایک مہینہ گذرا اتفاقاً وہ لڑکی اپنی سسرال میں تھی۔ کہ اسکے باپ نے اسے اور اس کے دُولہا کو اپنے گھر بلوایا۔ اور وہ لڑکا اپنی دُولہن کو ساتھ لئے ہوئے چلا۔ اور ایک برہمن بھی قدیم اسکے مصاحبوں میں سے تھا۔ وہ بھی ان کے ساتھ ساتھ ہو لیا جسوقت وہ لڑکا اس بتخانہ میں اکیلا گیا اور اپنا سر کاٹ کر اس بت کے پاؤں پر دہر دیا۔ بیت

نام پر اپنے وہ مر جاتے ہیں
عیش کھوتے ہیں جی گنواتے ہیں

بعد ایک دم کے جو برہمن اس بتخانہ میں گیا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ راجے بابل کا لڑکا موا پڑا ہے اور اس کا سر تن سے جدا ہے۔ یہ ماجرا دیکھکر برہمن ڈرا۔ اور جی میں کہنے لگا۔ کہ میں اب یہاں سے جو جاؤنگا تو لوگ یہی جانینگے۔ کہ لڑکے کو اس نے اس جگہ مارا ہے۔ کیونکہ اب تک سوا اسکے اور کوئی بھی نہیں آیا تھا۔

غرض اسنے بہت سا اندیشہ اپنے دل میں کرکے کہا کہ بہتر یہی ہے۔ کہیں بھی اپنا سر تن سے اُتار دوں۔ اور اس کے پاؤں پر رکھ یہ کہکر اسنے بھی اپنا سر اُتار اور اس بت کے قدم پر گر پڑا بعد ایک گھڑی کے وہ لڑکی جو اس بتخانے میں گئی۔ تو ان دونوں کے سر الگ دیکھکر متعجب ہوئی۔ اور کہنے لگی کہ جتے یہ دونوں کے سر کٹے ہوئے اور لہو لہان پڑے ہیں۔ صد افسوس یہ کیا غضب ہوا۔ یہ کہہ کر جی میں کہا۔ کہ اپنا سر کاٹیے۔ یا شوہر کی لاش کو گلے لگا کر ستی ہو جائیے۔ اتنے میں اس دھڑ سے آواز آئی۔ کہ اے لڑکی یہ سر کٹے ہوئے تو ان کے تنوں سے لگا دے۔ رام کی کرپا سے یہ دونوں

ابھی جی اُٹھتے ہیں۔ یہ سُنتے ہی وُہ خوش ہُوئی۔ اُور جلدی سے اپنے شوہر کا سر برہمن کے تن پر اُور برہمن کا سر اپنے خاوند کے تن پر رکھ دیا۔ دونوں جی اُٹھے اُور اس عورت کے آگے کھڑے ہو گئے۔

رائے بابل کے بیٹے سر اُور برہمن کے تن سے قضیہ ہونے لگا۔ سر بولا کہ یہ میری جورو ہے۔ اُور تن نے کہا کہ یہ میرا قبیلہ ہے۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کی۔ اُور خجستہ سے کہا اگر اسکی عقل کو آزمانا چاہتے ہو تو یہی بات اِس سے پُوچھ۔ کہ وہ عورت سر کو پہنچی یا دھڑ کو۔ تب خجستہ نے پُوچھا اے طوطے بھلا کوئی پُوچھے کہ مستحق اس کا کون ہے طوطا بولا دی حق اس کا سر ہے۔ کیونکہ عقل کی جگہ ہے۔ اُور بدن کا سردار ہے۔

خجستہ نے جو یہ قصہ سنا تو ارادہ اپنے یار کے پاس جانے کا کیا۔ کہ اتنے میں صبح ہُوئی۔ اُور مُرغ نے بانگ دی جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا تب یہ بیت پڑھی۔ اور رونے لگی بیت

وصل کی شب یہ آئی صبا فراق — روز نو روز بھی تصدق ہے

ستائیسویں داستان کہ عیاری و سُخن سازی سے ایک عورت اپنے خاوند سے سُرخرُو ہُوئی

جب سُورج چھپا اُور چاند نکلا خجستہ رُخصت لینے طوطے کے پاس گئی۔ اُور کہنے لگی کہ اے طوطے میں اس بات سے ڈرتی ہُوں اُور شرمندہ ہوتی جاتی ہُوں۔ کہ جب اس سے ملوں اُور وہ دیر ہونے پر غصہ کرے تو میں نہیں جانتی کہ تب میں کونسا بہانہ کروں۔ طوطے نے کہا کہ اے کدبانو تو کچھ اندیشہ نہ کر اسلئے کہ عورتیں بہت بہانے کر جاتی ہیں۔ اُور کیسے کیسے فریب بناتی ہیں۔ اُور کیا کیا مکر یاد کرتی ہیں۔ اُور حاضر جواب ہوتی ہیں میں نے ان کی زبان سے بہت عذر سُنے ہیں۔ اُور پسند کئے ہیں۔ تو ایسی بھولی بھالی کہ کچھ بھی نہیں جانتی کیا خوب مثل مشہور ہے الشعار

چرتر یہ عورت اگر اپنے آئے — تو بس پیٹ کے نیچے ہاتھی چھپائے
کف دست پر کب نکلتے ہیں بال — وہ چاہے تو اس پر بھی سرسوں جمائے

ایسے ایسے چرتر کرتی ہیں۔ خیر لکھیا چھیر اور اپنے جی کو ڈھارس دے۔ اُور قدر توقف کر ایک عورت نے جو حیلہ اُور عیاری اپنے شوہر سے کیا تھا۔ تجھے سُناؤں خجستہ نے پُوچھا کہ اسکی نقل کیونکر ہے۔ بیان کر

حکایت۔ طوطا کہنے لگا کہ کسی وقت میں ایک شخص نے اپنے قبیلہ کو کئی پیسے ٹھکرانے کو

دیئے اور وہ شکر لینے بازار میں ایک بنئے کی دوکان پر گئی۔ اسے دیکھتے ہی عاشق ہوا۔ پھر اس نے سیر بھر شکر مول لے کر اپنی چادر کے کونے میں باندھی۔ اتنے میں وہ بنیا اس سے لگاوٹ کرنے لگا۔ اور باتیں خوش طبعی کی کہیں۔ وہ راضی ہو گئی۔ بعد راز و نیاز کے وہ عورت کو گھر میں لیگیا۔ اور یہ اپنی چادر گرہ بندھی ہوئی بنئے کی دوکان پر رکھ اسکے ساتھ چلی گئی۔ تب اس بنئے کے گماشتہ نے اپنی چالاکی سے اتنے عرصہ میں جھٹ پٹ شکر اس کے کونے سے کھول لی۔ اور اتنا ہی ریت اسکی جگہ باندھ دیا۔ اتنے میں رنڈی اسکے مکان سے نکلی اور جھٹ پٹ چادر اٹھا کر اپنے گھر کی راہ لی۔ اور اپنے خاوند کے آگے رکھ دی اسنے بدھ شکر کی گرہ جو کھول کر دیکھی۔ تو شکر کے بدلے ریت نکلی وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ یہ کیا مسخراپن ہے جو تو مجھ سے کرتی ہے میں نے شکر کو بھیجا تھا۔ تو ریت لے آئی۔ اسنے یہ بات سنتے ہی بے تامل کہا۔ بیت

اگر یوں ہی شکر میں لاتی رہوں گی ؛ تو اک دن میں جی سے ہی جاتی رہونگی

تب اس مرد نے گھبرا کر پوچھا۔ بی بی یہ کیا سبب ہے۔ جو کچھ تو بدحواس معلوم ہوتی ہے۔ بیت

شکر بیچ گ ریت لائی ہے کیوں ؛ یہ رونی سی صورت بنائی ہے کیوں

تب اسنے مسکرا کر کہا جی کیا کہوں جس وقت میں گھر سے باہر نکلی۔ اس وقت میرے پیچھے ایک بیل ڈکارتا ہوا دوڑا۔ اسکے ڈر سے میں بھاگی۔ تو اس صدمے سے میں گر پڑی تو لوگوں کی شرم سے ڈھونڈ نہ سکی۔ اور یہ ریت اٹھا کر لے آئی ہوں پیسے اس میں ہو گئے۔ نکال لو میں نہایت تھکی ماندی ہوں۔ کہو تو قدرے سو رہوں۔ یہ بات سنتے ہی اس کے خاوند نے اس کو گلے لگایا۔ اور مٹھیاں لے کر کہا اگر پیسے گر پڑے تھے۔ تو تم ریت کیوں اٹھا لائیں۔

حاصل کلام عورت نے ایسا بے تامل اپنے خاوند کو جواب دیا۔ کہ وہ مطلق اس پر خفا نہ ہوا۔ بلکہ اور مہربانی کرنے لگا۔

طوطے نے جب یہ کہانی تمام کی خجستہ سے کہا یہ کونسی بڑی بات ہے۔ تو اس عورت سے زیادہ کر سکتی ہے۔ کچھ خطرہ نہیں۔ اب شتاب جا اور اپنے معشوق کو گلے لگا۔ اگر وہ تجھ پر خفا بھی ہو گا تو تو جواب معقول دے سکتی ہے۔ اب خجستہ بہت جلد اٹھی۔ اٹھتے ہی مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب رو کر یہ شعر پڑھنے لگی۔ بیت

کونسی شب کو ہو گا وصل نگار ؛ ہر سحر ہے ہماری دشمن کار

اٹھائیسویں داستان کہ سوداگر کی لڑکی پر بادشاہ عاشق ہوا۔ اور اہل کاروں

تدبیر سے وہ لڑکی بادشاہ تک نہ پہنچی اور بادشاہ اس کے فراق میں گیا

جب آفتاب چھپا اور مشرق کی طرف سے ماہتاب نے بھی اپنی روشنی دکھائی۔ تب خجستہ طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی اے محرم راز میں نے تیری باتیں عقلمندی کی سنی نہیں اور جس عورت کو شرم نہیں آتی وہ کسی قوم کی حرمت نہیں پاتی۔ اور وہ عورت مستورات میں بد ہے۔ اب یہی چاہتی ہوں۔ کہ اپنے گھر میں بیٹھ رہوں۔ کسی غیر سے آشنائی نہ کروں۔ اور نہ کسی کے گھر جاوں۔

لوگ جی دیتے ہیں اپنی آبرو کیواسطے　　　گھر سے نہ نکلوں غیر کی جستجو کے واسطے

طوطا کہنے لگا اے خجستہ حق تو یہ ہے۔ کہ تو نے عورت عقلمند اور ہشیار نہیں دیکھی۔ اور جو تو کہتی ہے۔ سچ کہتی ہے۔ دوہرہ

بنیا دبی ترائے ہے کر جنکے من میں لاج　　　بیری جٹی اور بلکھ بھرے سو آوے کونیکو لاج

لیکن ڈر یہ ہے۔ کہ اگر صبر کریگی۔ تو جان تیری بھی اسی بادشاہ کی طرح نکل جاویگی خجستہ نے پوچھا کہ اسکی نقل بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا کہ کسی شہر میں ایک سوداگر نہایت مالدار اور صاحب وقار تھا۔ اور بہت سے گھوڑے ہاتھی اپنے پاس رکھتا تھا۔ اور اسکی بیٹی بہت خوبصورت اور حسین مہ جبین تھی۔ بیت

وہ نقشہ جسے دیکھ مہ داغ کھائے　　　وہ صورت کہ تصویر کو حیرت آئے

اس کی خوبصورتی کا شہرہ ہر ایک شہر میں پہنچا تھا۔ اور ہر ایک شخص دیدہ نادیدہ اس کے دیکھنے کا مشتاق تھا۔ اور ہر ایک چاہتا تھا۔ کہ اپنی شادی اس کے ساتھ کرے۔ لیکن باپ اسکا مارے غرور کے کسی کو قبول نہ کرتا تھا۔ اس عرصہ میں اس کا عہد شباب قریب پہنچا۔ اور نخل جوانی ثمر کامرانی سے پھلنے لگا۔ اور کچھ کچھ جوبن ابھرا۔ تب اسکے باپ نے اس ملک کے بادشاہ کی خدمت میں جا کر اس مضمون کی عرضی لکھی۔ کہ یہ غلام ایسی حسین لڑکی رکھتا ہے۔ کہ اس کی گفتگو پر بلبل ہزار رشک کھائے۔ اور اس کی چال سے کبک دری حیران رہ جائے۔ جانور گویا اس کی باتیں سننے کے واسطے ہوا پر سے اتریں۔ اور مست و مدہوش ہوتے ہیں۔ جس جس نے اس کا سخن سنا ہے۔ عش عش کیا۔ امیدوار ہے کہ وہ لڑکی حضور کی نذر کرے۔ بادشاہ اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ جو کوئی نصیب اچھا رکھتا ہے۔ تو ہر ایک چیز خودبخود اس کے پاس آ رہتی ہے۔ یہ اپنے دل میں کہہ کر چاروں وزیروں کو اشارہ کیا۔ کہ تم اس تاجر کے گھر جاؤ۔ اور

اس کی بیٹی کو دیکھو اور احوال کی تحقیق دریافت کرو۔ اگر وہ قابل حضور عالی کے ہو۔ تو جلدی آکر خبر دو۔
غرض وہ چاروں وزیر بادشاہ کے فرمانے کے بموجب اس سوداگر کے گھر گئے۔ اور اس لڑکی کی صورت دیکھ کر غش ہوئے۔ اور آپس میں مشورت کرنے لگے۔ کہ اگر اس صاحب حسن کو بادشاہ دیکھے گا۔ تو دیوانہ ہو جائیگا۔ رات دن اس کے پاس رہے گا۔ اور ملک کی طرف توجہ نہ دیکھے گا۔ پس ہر ایک کام تباہ ہوگا۔ اور ملک کے بندوبست میں خلل پڑیگا۔ بہتر یہ ہے کہ اسکے سامنے اسکی تعریف نہ کیجئے اور اس لڑکی کے لینے کی صلاح نہ دیکھئے۔ یہ بات انہوں نے جی میں ٹھیرا کر بادشاہ سے عرض کی۔ کہ خداوند اس کی خبر جو حضور میں پہنچی تھی۔ وہ غلط تھی۔ اس سے بہتر رنڈیاں محل مبارک میں بہت ہیں۔ بادشاہ نے یہ سنکر کہا۔ کہ خیر اگر وہ ایسی ہے تو میری بھی مرضی نہیں۔ کہ اسکے ساتھ شادی کروں۔ اور خواہ کا عذاب لوں۔

آخر بادشاہ نے اس سوداگر بچی کو قبول نہ کیا۔ اور وہ سوداگر جب وہاں سے مایوس ہو کر پھرا تب اسی شہر کے کوتوال سے اسکی شادی کر دی۔ ایک دن اس لڑکی نے اپنے دل میں کہا۔ کہ میں اس قدر خوبصورت ہوں۔ تعجب ہے کہ بادشاہ نے مجھے قبول نہ کیا۔ انشاء اللہ ایک دن میں اپنے تئیں اسے دکھاؤنگی۔

القصہ ایک دن بادشاہ اس کوتوال کی حویلی کی طرف سے باغ کیطرف سیر کو گیا۔ کہ وہ لڑکی بہت جلد کوٹھے پر چڑھ گئی۔ اور بادشاہ کو اپنا جلوہ دکھایا۔ وہ دیکھتے ہی عاشق ہو گیا۔ اور وزیروں کیطرف غضب سے نگاہ کر کے یہ فرد پڑھنے لگا۔ فرد ٥

دوستی میں جو تم نے دکھلایا   دشمنی میں بھی یہ نہیں کرتے

کیا سبب تھا جو تم نے مجھ سے جھوٹ کہا۔ تب انھوں نے عرض کی کہ خداوند اسوقت ان گناہ گاروں نے یوں مشورت کی تھی۔ کہ اگر بادشاہ ایسی عورت صاحب جمال کو دیکھے گا۔ تو اسکے عشق میں ملک کے کاروبار سے غافل ہو جائیگا۔ سلطنت خاک میں ملے گی رعیت تباہ ہوگی۔ بادشاہ کو یہ بات اچھی پسند آئی

اور خطا انکی معاف کی مثل مشہور ہے. بات ہاتھی پائی. آخر اسکے عشق میں بیمار پڑا. اور یہ قطعہ پڑھا قطعہ

یہی پیغام درد کا کہنا — گر کوئی کوئے یار میں گذرے

کونسی رات آملے وہ — دن بہت انتظار میں گذرے

تب وزیروں نے معلوم کیا. کہ یہ کوئی دن میں جان سے جاتا ہے. عرض کی کہ کوتوال سے اس عورت کو لے لیں اور حضور شربت وصال نوش جان فرمائیں. اگر وہ اس پر راضی ہو تو بہتر ہے. ورنہ بزور چھین لیں. بادشاہ نے کہا کہ میں اس ملک کا بادشاہ ہوں. ہرگز ایسا کام نہ کرونگا. کیونکہ بادشاہوں کو یہ بات لازم نہیں. جو اسقدر ظلم و ستم نوکروں اور رعیت پر کروں اور اپنی قوت انہیں دکھلاؤں یہ سراسر ناانصافی ہے. سوا اسکے جو ظلم کرتا ہے وہ آپ ہی خراب ہوتا ہے بیت ہ

جو کہ ظالم ہے وہ ہرگز پھولتا پھلتا نہیں — سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کبھی شمشیر کا

جی گنوانا سہل ہے آگے عرے ہ — پر نہ دونگا علاں اپنے ہاتھ سے

آخرکار بادشاہ اسی غم میں مرگیا. طوطے نے یہ داستان ختم کرکے خجستہ سے کہا. کہ صبر کرنا تیرے حق میں اچھا ہے. اگر صبر کریگی. تو تو بھی اس بادشاہ کی طرح ایک دن مرجاویگی. کچھ حاصل نہ ہوگا اس سے بہتر یہی ہے. کہ اب جلد جا اور اس سے ملاقات کر میر حسن

خوشی سے مئے وصل کو نوش کر — غم دین و دنیا فراموش کر

خجستہ نے یہ سنکر چاہا کہ جاوے اور اپنے تئیں اسکے پاس پہنچادے کہ اتنے میں صبح ہوئی. اور مرغ نے بانگ دی جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا. تب یہ بیت پڑھ کر رونے لگی. بیت

کیسا دن یہ فلک دکھاتا ہے — شب امید سے چھڑاتا ہے

انتیسویں داستان ایک کہانی کی کہ بادشاہ نے اس کو اپنے لشکر کا سردار کیا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ آہ و زاری کرتی روئی آنکھوں میں آنسو بھرے دل پر درد سے طوطے کے پاس رخصت لینے گئی. اور کہنے لگی اے طوطے میں نے سنا ہے. کہ ایک اعرابی نے کسی دولتمند سے جاکر کہا کہ میں کعبہ کو جاتا ہوں اس نے کہا بہت دیر نہ کیجیے بلکہ جلد سدھاریئے. اس نے کہا کہ میں کچھ خرچ راہ نہیں رکھتا ہوں. دولتمند نے کہا اگر تیرے پاس خرچ نہیں ہے تو مت جا میں کتاب کی رو سے کہتا ہوں. کہ جو مفلس ہو اسے طواف کعبہ کچھ فرض نہیں کہ خواہ مخواہ اپنے اوپر عذاب اٹھاوے. اور مکے جائے. خدا نے محتاج کو نہیں کہا کہ تو مکے جا. اعرابی نے کہا کہ میں تیرے پاس زر لینے

آیا ہوں مسئلہ پوچھنے نہیں آیا۔ کہ جو تو کتاب کی رُو سے کہتا ہے۔ اے طوطے میں بھی تجھ سے ہر شب صرف رخصت لینے آتی ہوں۔ تو بے فائدہ اِدھر اُدھر کی باتیں بکا کرتا ہے۔ تیری نصیحت سننے تو نہیں آتی ان باتوں سے میں تجھ پر خفا ہونگی۔ یہ سن کر طوطا ڈرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے مینا کی طرح مار ڈالے۔ یہ سمجھ کر خوشامدیوں کی طرح باتیں کرنے لگا۔ اور یہ شعر پڑھنے لگا۔ شعر

عجب نصیب اور ہماری قسمت خفا ہم سے بے سبب ہے ۔۔۔ کیا غضب ہے کیا غضب ہے کیا غضب ہے

اور کہنے لگا اے خجستہ میری نصیحت سے دل تنگ نہ ہو۔ اور بُرا مت مان۔ کیونکہ جو کوئی کسی کی اچھی بات قبول کرتا ہے۔ تو وہ بات جہان میں کام آتی ہے۔ کد بانو کہنے لگی اے طوطے جو تو کہتا ہے سو میں سنتی ہوں لیکن آج کی رات نہایت تاریکی ہے۔ اور میں اکیلی جاتی ہوں تو مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اگر تو کہے تو اپنے غلام کو ساتھ لے جاؤں۔ اور اپنے اس اُمیدوار کو ملوں۔ پس طوطا یہ سنتے ہی اپنے پروں سے چھاتی پیٹ کر کہنے لگا ہے ہے خدا کے واسطے کہیں ایسا نہ کرنا خبردار غلام کو ساتھ لے کر نہ جانا کیونکہ عقلمندوں نے کہا ہے۔ کہ کمینہ ہرگز وفادار نہیں ہوتا۔ اور یہ قوم کم ظرف ہوتی ہے۔ تو نے شاید اس کمہار کی کہانی نہیں سُنی جو ایسی باتیں نادانی کی کرتی ہے خجستہ نے کہا اس کی حکایت بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا کہ ایک کمہار نے کسی دن بہت شراب پی اور بدمست ہو کر کوزہ اور قرابے شیشے کے اور جو شراب کے ظروف اس کے پاس تھے ان پر گرا۔ اور تمام بدن زخمی ہوا۔ بعد مدت کے وہ زخم اچھے ہو گئے مگر نشان ان زخموں کے اسی طرح معلوم ہوتے تھے۔ کہ شاید زخم تیر اور تلوار کے ہیں۔ اتفاقاً اس شہر میں کال پڑا۔ یہ وہاں سے نکلکر کسی اور شہر میں گیا۔ اور نوکری کی تلاش کرنے لگا۔ اس شہر کے بادشاہ نے جو اسکے تن پر زخم دیکھے۔ تو معلوم کیا کہ یہ بڑا سپاہی ہے۔ اسنے جو اتقدر زخم بدن پر ڈالے ہیں یہ سمجھ کر بادشاہ نے اُسے نوکر رکھا اور مرتبہ اس کا زیادہ کیا۔ اور اپنے دل میں کہا کہ یہ بڑا ہی سورما ہے۔ جو اس کا بدن زخموں سے ایسا چُور ہے۔ بعد کئی دن کے ایک غنیم بادشاہ پر چڑھا۔ اور گاؤں اطراف کے لوٹنے لگا۔ جب بادشاہ نے اسے اپنی فوج کا سردار کیا۔ اور چاہا کہ دشمن سے لڑنے کو بھیجے۔ جب یہ احوال اس کمہار کو معلوم ہوا۔ تو وہ بیمار پڑ گیا۔ اور حضور میں آکر عرض کی۔ کہ خداوند میں ذات کا کمہار ہوں۔ مجھسے لڑائی کا انجام نہ ہو سکے گا۔ مثل مشہور ہے۔ کہ تیلی کیا جانے مشک کا بھاؤ۔ یہ سنتے ہی بادشاہ ہنسا اور اپنے دل میں شرمندہ ہوا۔ اور پھر کسی اور سردار کو غنیم پر بھیجا۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کر کے کہا۔ کہ غلام کو رخصت کر اور ساتھ مت لے جا۔ اس سے کام

بھلائی کا نہ ہوگا۔ بلکہ یہ اور رسوائی کریگا۔ تو اکیلی جا۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ اکیلی اپنے تئیں اسکے پاس پہنچاوے اور خط زندگی کا اٹھا دے کہ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے بانگ دی جانا اسکا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھی اور رونے لگی بیت

روز و شب ہجر کے یکساں چلے آتے ہیں ہم کو نہ صبح سے مطلب ہے نہ کچھ شام سے کام

پتیسویں داستان ایک شیر اور شیرنی اور اسکے بچوں کی گیدڑ کے ساتھ محبت ہو جانا

جب سورج چھپا۔ اور چاند نکلا خجستہ مردانہ لباس پہن کر اور ہتھیار لگا۔ لٹ پٹی پگڑی باندھ طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور اسنے جو اسے بانکپن سے دیکھا۔ تو بے اختیار ہنسا۔ اور کہنے لگا اے خجستہ مرحبا خوب کیا کہ ایسی اندھیری رات میں مردانہ لباس پہنکر تنہا آئی اور غلام کو ساتھ نہ لائی۔ سبحان اللہ تیری ادا بھی کو زیبا۔ حق تو یہ ہے۔ کہ تیری ہوشیاری کے صدقہ۔ کیونکہ ایک طوطا آج میرے قدیم دوستوں سے اڑا جاتا تھا۔ مجھے اس قید خانہ میں دیکھ کر اوپر سے نیچے اترا اور میرے پاس آبیٹھا یہ نقل میں نے اس سے سنی ہے۔ اور یہ حکایت بھی اس طرح ہے۔ جو شب کو میں نے تجھ سے کہی تھی سو طوطے نے بھی بموجب اسکے کہا یقین ہے کہ اب کہیں خطا نہ پاؤگے۔ خجستہ نے پوچھا وہ نقل کیونکر ہے بیان کر

حکایت: طوطے نے کہا کہ کسی وقت میں ایک شیر معہ شیرنی اور دو بچوں سمیت کسی جنگل میں رہا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن مارے بھوک کے صحرا میں شکار ڈھونڈنے گیا۔ حق تو یہ ہے۔ کہ مشقت بہت سی اٹھائی۔ اور محنت بہت سی کی۔ تب بناچاری خالی اپنے گھر کی راہ لی۔ کہ ناگاہ رستے میں اس نے دیکھا کہ بچہ گیدڑ کا دو چار دن کا آنکھیں بند کیے پڑا ہے اور بلبلا رہا ہے۔ یہ اپنے جی میں خوش ہوا۔ اور اسکو اٹھا کر اپنی مادہ کے پاس لے آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں نر ہوں۔ اگر دو چار دن اور بھی نہ کھاؤنگا۔ تو کچھ نہ ہوگا اور تو مادہ ہے۔ اگر تو آج فاقہ کریگی۔ تو شام تک ہی مر جاویگی۔ اس واسطے اس بچہ کو لے آیا ہوں۔ تو اسے کھالے۔ اور بچوں کو دودھ پلا۔ اسنے کہا کہ نر کو نہیں چاہیے۔ لیکن میں دو بچے ننھے اپنے آگے رکھتی ہوں۔ تو بھلا کس طرح اسکو کھاؤں۔ اور دودھ پلاؤں۔ بیت ؎

کو کھ کو مت کسی کے آتش دو اپنی چھاتی پہ ہاتھ دھر دیکھو

اور سوائے اس کے تم نر ہو۔ اور دل سخت رکھتے ہو۔ تم نہیں کھا سکتے میں نرم دل ہوں کیونکر کھاؤں

اگر کہو تو اس یتیم کو بھی اپنے بچوں کی طرح پاؤں۔ شیر نے کہا۔ بہتر۔

آخر شیرنی نے اس بچہ کو اپنے بچوں کے ساتھ پالا کتنے دنوں کے بعد وہ بڑے ہوئے اور بچے شیر کے اس کو اپنا بڑا بھائی جانتے تھے۔ اور بھائیوں کی طرح آپس میں کھیلا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کسی طرف گئے اور شکار کی تلاش کرنے لگے۔ ناگاہ ایک ہاتھی کسی سمت سے اُنہیں نظر آیا۔ تو دونوں بچے شیر کے بے اختیار ہاتھی پر جھپٹے اور وہ مارے ڈر کے پچھلے ہی پاؤں ہٹا۔ اور بھاگا۔ پھر کسی درخت کے تلے جا کر چھپ رہا۔ شیر کے بچوں نے جو اپنے بڑے بھائی کو بھاگتے دیکھا۔ تو آپ بھی بھاگے۔ بعد ایک دم کے آپس میں مل کر گھر آئے۔ اور اپنی ماں سے وہاں کا ماجرہ کہنے لگا۔ تب ان کی ماں نے کہا کہ بیٹا یہ گیدڑ کا بچہ ہے۔ بہادری کب کر سکتا ہے۔ بیت ؎

زاغ کب پہنچیگا بیٹا کبک کی رفتار کو ۔۔۔ بے نہارے کون مارے پیل بد کردار کو

طوطے نے یہ کہانی تمام کر کے خجستہ سے کہا۔ کہ اب اُٹھ اور اپنے معشوق کے پاس جا۔ اور اس سے ملکر حظ زندگی اُٹھا۔ کہ بانو نے یہ سُنتے ہی چاہا کہ جاوے۔ اور اپنے جانی کو گلے لگاوے۔ اتنے میں صبح ہو گئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ اور رو کر یہ بیت پڑھا بیت

صبح دم کرتا ہے یہ دل اشکباری بیشتر ۔۔۔ ہو سحر کو خانۂ ماتم میں زاری بیشتر

اکتیسویں داستان ایک امیرزادے اور سانپ کی

جب سُورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ چاک گریبان و حال پریشان آنکھوں میں آنسو بھرے سر کھلا طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی۔ اے وفادار محرم راز دلفگار شعر ؎

آتش عشق سے جلے ہے دل ۔۔۔ آہ یہ آگ کس نے بھڑکائی

اے طوطے اب تو میرا دل اس کی جُدائی سے جلا جاتا ہے۔ اور کلیجہ مُنہ کو چلا آتا ہے۔ جگر کباب ہو گیا بیچ جان میں آج کسی صُورت سے اس گھر میں نہ رہونگی۔ اور اپنے جانی کے پاس خواہ مخواہ جاؤں گی تو بھی جلد رُخصت کر طوطا اپنے جی میں ڈرا۔ اور کہنے لگا۔ کہ خدا حافظ یقین ہے کہ یہ اب اس گھڑی کسی طرح سے نہ رہے گی۔ کیونکہ نہایت بے قراری رکھتی ہے۔ اور میری بات نہ سُنے گی۔ از بس مضطرب ہے۔ یہ سوچ کر بنا چاری کہنے لگا۔ کہ اے کد بانو میں تجھے ہر ایک شب رُخصت کرتا ہوں۔ اور خدا سے چاہتا ہوں۔ کہ تو اپنے یار غمگسار سے ملے۔ تو آپ ہی توقف کرتی ہے۔ جو نہیں جاتی۔ نہ معلوم کہ تیرے نصیب کیسے ہیں جو برگشتہ رہتے ہیں۔ اب بسم اللہ دیر نہ کرو۔ جاؤ اور اپنے یار کو گلے لگاؤ پر ایک بات یاد رکھنا کسی دشمن کا

اعتبار نہ کرنا۔ ورنہ وہی صدمہ تجھ پر گذریگا۔ جو اس امیرزادے پر سانپ کے سبب گذرا۔ خجستہ نے پوچھا کہ اس کی حکایت کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا کہ کسی دن ایک امیر کسی جنگل میں شکار کھیلنے گیا تھا۔ کہ ایک کالا سانپ کہیں سے بھاگا ہوا نہایت بدحواسی سے اس کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا اے امیرزادے اپنے خدا کیواسطے مجھے جگہ دے کہ میں چھپ جاؤں۔ اور تجھے دعا دوں۔ امیرزادے نے پوچھا۔ کہ تو اس قدر کیوں گھبراتا ہے خیر تو ہے۔ سانپ نے کہا کہ دشمن میرا میرے پیچھے مارنے کو آتا ہے۔ ہاتھ میں لاٹھی لئے ہوئے۔ تو مجھے چھپا رکھ۔ امیرزادے کو یہ بات سنتے ہی اس پر رحم آیا۔ اور اسے اپنی آستین میں چھپا رکھا۔ بعد ایک دم کے وہ شخص بھی ایک موٹا سا بانس لئے ہوئے آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ ایک کالا سانپ ابھی میرے آگے آگے ادھر کو آیا ہے۔ کسی نے اسے دیکھا ہو تو بتا دے میں اس کا اس بانس سے سر پھوڑوں گا اور اپنے گھر کی راہ لوں گا۔

یہ سن کر امیرزادے نے کہا۔ کہ بھائی میں یہاں بڑی دیر سے کھڑا ہوں لیکن میں نے نہیں دیکھا۔ خدا جانے کہاں گیا۔ اور اس نے بھی اسے ڈھونڈا۔ جب کہیں نہ پایا۔ تب اس نے گھر کا راستہ لیا بعد ایک گھڑی کے امیر نے کہا اے سانپ دشمن تیرا گیا۔ تو بھی جا۔

تب سانپ ہنسا اور کہنے لگا اے امیر اب میں تجھے بے ڈسے نہیں جانا۔ اور تیری بات کب سنتا ہوں۔ اب بغیر مارے کب یہاں سے ٹلتا ہوں۔ تو نے میرا احوال نہیں دیکھا۔ کہ میں تیرا دشمن ہوں جب تجھ کو ماروں گا۔ تب جاؤنگا۔ اور تو نہایت احمق معلوم ہوتا ہے۔ جو تو نے مجھ پر رحم کیا۔ اور میرے کہنے پر اعتبار کیا۔ اور اپنی آستین میں رہنے کو جگہ دی۔

امیرزادے نے کہا اے سانپ میں نے تیرے ساتھ بھلائی کی۔ اور تو میرے ساتھ برائی کیا چاہتا ہے۔ یہ بات نامناسب ہے

سانپ نے کہا میں نے عقلمندوں سے سنا ہے۔ کہ بدوں کے ساتھ نیکی کرنا ایسا ہے۔ کہ جیسا نیکوں کے ساتھ بدی۔ یہ سن کر وہ ڈرا۔ اور اپنے جی میں کہنے لگا۔ کہ اب اسے کیونکہ اپنی آستین سے نکالوں اور اپنی جان بچاؤں۔ بعد تامل کے کہنے لگا اے مار سیاہ ایک سانپ آتا ہے۔ تو میری آستین سے نکل اور ہم تم دونوں چل کر اسے پوچھیں اگر وہ تیری بات پسند کرے تو پھر جو چاہنا سو کرنا۔

بارے یہ سخن اس کا سانپ نے سنا۔ اور اسکی آستین سے نکلکر اس سانپ کی طرف چلا۔ تب اس نے فرصت پا کر ایک ایسا پتھر اس کے سر پر مارا کہ وہ مرگیا۔ اور امیر جیتا اپنے گھر گیا۔

خجستہ نے یہ نقل سُنکر کہا۔ اے طوطے میں نے تیرا کہنا قبول کیا۔ اور نصیحت مانی پر تو بھی اس وقت میرا یہ سخن۔ کہ جلدی مجھے رخصت دے۔ طوطے نے کہا اب ذرا دیر نہ کر اپنے دوست سے مِل۔ اور خوشیاں کر کہ بات یہ سُن کر چاہتی تھی کہ جاوے۔ اور اس کو گلے لگاوے کہ اتنے میں صبح ہو گئی۔ اور جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھا اور رونے لگی۔ بیت

اے مرغ سحر آج اگر تجھ کو میں پاؤں ۔۔۔ تو کچا ہی دانتوں سے ترا گوشت چباؤں

بتیسویں داستان سپاہی اور سُنار کی

جب سُورج چھپا اور چاند نکلا۔ خجستہ نہا دھو کر اور تھوڑا سا میوہ کھا اطلس کا پائجامہ مقیش کا آزار بند جالی دار کلیوں پر اطلس کی سنجاف لگا کر جالی کی کرتی تبت کی انگیاں بنارسی دوپٹہ مسّی کی دھڑی پان کا لاکھا آنکھوں میں سُرمہ بالوں میں کنگھی اسی طرح بناؤ سنگار کر جواہر کے گہنے سے آراستہ ہو کر ایسی بن ٹھن کہ احوال اس گھڑی کا بیان نہیں کیا جاتا موافق اسکے تھا میر حسن

وہ کنگھی کھنچی یوں صفائی کے ساتھ ۔۔۔ ہوا رشک سے جس کے دو ٹکڑے رات

صفائی یہ پوشاک کی دیکھلو ۔۔۔ نظر سوچ میں ہے کہ میلی نہ ہو

اس بانکپن سے اُٹھی۔ اور طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ کہ اے محرم راز و اے دمساز اگر آج میرے احوال پر نظر کرے اور رخصت دے تو میں جب تک جیتی رہونگی۔ تب تک تیرے بارِ احسان سے سر نہ اُٹھاؤنگی۔ کیونکہ ایک درد ایسا بے قراری کا پہلو سے اُٹھتا ہے کہ حال میرا بیحال ہوا جاتا ہے ع آنکھیں نہیں مندتی ہیں میرے دلکو تعجب ہے ۔۔۔ یارب دل حیراں کو مرے کسکی طلب ہے

بے نالی پیہم سے نہیں چین جیوم ۔۔۔ پھر کیا جانئے کیا دلکو مرے درد کد سب ہے

طوطا کہنے لگا مبارک ہو تشریف لے جائیے پر یہ بات یاد رکھنا کہ جس سے چاہنا آشنائی کرنا مگر اپنے دل کا راز کسی سے نہ کہنا۔ نہیں تو یہ بات تیری کھل جاوے گی۔ اور بلا کن کے قریب پہنچے گی جس صورت سے اس زرگر نے جوڑو سے احوال کہا اور مارا گیا۔ خجستہ نے پوچھا اسکی حقیقت کیونکر ہے بیان کر۔

حکایت۔ طوطا کہنے لگا کہ کسی شہر میں ایک سُنار مالدار تھا۔ اور ایک سپاہی سے دلی محبت رکھتا تھا۔ اور اس کو اپنے آشناؤں میں سے جانتا تھا۔ اتفاقاً اس سپاہی نے ایک تھیلی اشرفیوں کی بھری ہوئی کہیں سے پائی۔ اور اس کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ اس کو گنا تو سو اشرفی تھی۔ کہنے لگا میرے بخت اچھے تھے۔ بے رنج و محنت پایا۔ وہ تھیلی سُنار کو سونپی کہ بھائی اسے امانت رکھو لیکن دنگے سپاہی

نے سُنار سے تھیلی چاہی۔ وہ کہنے لگا اے سپاہی تو نے مجھ سے کس لئے آشنائی کی تھی۔ کہ تہمت لگاوے۔ اور مجھے چور بناوے۔ بھائی تھیلی تو نے مجھے کب دی تھی۔ تو جھوٹ کہتا ہے۔ کیا خوب اب تو یہاں سے جا۔ اور کسی بڑے مالدار پر تہمت لگا۔ جس کے سبب سے کچھ مزا اٹھاوے۔ اور غریب کے ستانے سے کیا ہوتا ہے میں تجھے اپنا دوست جانتا تھا۔ اور یہ کب معلوم تھا۔ کہ تو دشمن تھا۔ اب جھوٹ سچ لگا کر مجھ سے مال لیا چاہتا ہے مثل مشہور ہے۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ جھوٹے کے آگے سچا رو مرے۔

آخر اس سپاہی نے ناچاری قاضی کے پاس جا کر فریاد کی۔ اور یہ حقیقت ہو بہو اس سے کہی۔ جب قاضی نے اس سے پوچھا کہ اس بات کا کوئی گواہ ہے۔ اس نے کہا حضرت سلامت گواہ تو کوئی نہیں۔ قاضی نے اپنی عقل سے معلوم کیا۔ کہ یہ قوم سُنار دغاباز ہے۔ کچھ تعجب نہیں۔ کہ اس سُنار نے خواہ مخواہ دغابازی کی ہوگی۔

اس اعتماد پر قاضی نے سُنار اور اس کی جورو کو بلایا۔ اور ہر چند دم دلاسا دیکر پوچھا۔ لیکن انہوں نے سوا انکار کے ہرگز ہرگز اقرار نہ کیا۔ تب قاضی نے کہا میں خوب جانتا ہوں۔ مقرر تو نے اس کی تھیلی اڑائی ہے۔ جب تک اس کی تھیلی نہ دیگا۔ تب تک تجھ کو نہ چھوڑونگا۔ یہ کہہ کر قاضی نے گھر کی راہ لی۔ اور دو شخصوں کو ایک صندوق میں بند کیا۔ اور اس صندوق کو کوٹھڑی میں رکھ دیا۔ پھر باہر نکلکر سُنار سے کہا۔ کہ کیا تو اس کا زر دینا قبول نہ کریگا۔ تو میں فجر کو مار ڈالونگا۔ یہ کہہ کر ان دونوں کو کوٹھڑی میں بند کیا۔ اور فرمایا کہ صبح کو بعد نماز کے تمہیں قتل کرونگا۔

یہ کہہ کر قاضی صاحب اندر گئے۔ اور وہ بھی دونوں اسی جگہ قید رہے۔ جب آدھی رات گذری تب اس کی عورت نے کہا۔ اگر تو نے اس کی تھیلی لی ہے۔ تو مجھے بتاوے کہ کہاں رکھی ہے۔ اور نہیں تو اس تھیلی کے ساتھ ہماری بھی جان جاوے گی۔ یہ قاضی بغیر تھیلی لئے ہمکو ہرگز نہ جیتا چھوڑیگا۔

تب اس سُنار نے کہا کہ فلانی جگہ میری چارپائی بچھی ہے۔ وہیں وہ تھیلی گڑی ہے۔ یہ بات ان دونوں سے جو قاضی نے دریافت کی۔ جو اس سُنار اور اس کی جورو کے ساتھ کوٹھڑی میں سپاہی اور سپاہی کی جورو کو بند کیا ہوا تھا۔ سو انہوں نے سُنار اور سُنار کی جورو کی باتیں اپنے کانوں سے سُنی تھیں۔

اتنے میں صبح ہوئی تو قاضی نے ان چاروں کو کچہری میں بلوایا۔ اور ان دونوں شخصوں سے پوچھا کہ سچ کہو کہ رات کو ان دونوں نے آپس میں کیا کیا باتیں کیں۔ تب قسم کھائی سپاہی نے جو سُنا تھا سو کہدیا۔ قاضی نے وہ تھیلی اسی جگہ سے اپنے دو شخصوں کے ہاتھ اسی دم منگوا کر سپاہی کے حوالے کی۔ اور سُنار کو شفی

دی۔ اور اس کی جورو اور بچوں کو چھوڑ دیا۔
طوطے نے یہ کہانی تمام کی اور خجستہ سے کہا کہ اگر زرگر اپنا احوال اپنی جورو سے نہ کہتا تو مارا نہ جاتا۔ خیر اب جلد سدھاریئے اور اپنے معشوق سے ملکر مزا جوانی کا اٹھائیے۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ اپنے تئیں اس کے پاس پہنچائے۔ اور اس کو اپنے گلے سے لگاوے اتنے میں صبح ہو گئی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا تب یہ بیت پڑھا اور رونے لگی۔ بیت

وصل رات سحر سے چھوٹے　　شب سحر کی خدا نہ دکھلاوے

تینتیسویں داستان سوداگر مالدار کی کہ بسبب خیرات اس کا حصول مقصد

جب سورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ جواہر پہن طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اے طوطے تیرے قربان جاؤں مجھ پر رحم کر اور رخصت کر کیونکہ آج پھر مجھ میرا جی گھبراتا ہے۔ اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ بیت

یاد میں تڑپے ہے دل اس ابروئے خمدار کی　　آج کچھ حالت بدل ہے آہ اس بیمار کی

میں چاہتی ہوں کہ آدھی رات کو اس کے پاس جاؤں۔ مگر تو اس وقت ایک حکایت چھوٹی سی مجھکو سنا۔

حکایت: طوطے نے کہا اے خجستہ کسی شہر میں ایک سوداگر بڑا مالدار تھا لیکن بے اولاد تھا۔ ایک بات اس کے دل میں آئی۔ اور اپنے جی میں کہنے لگا۔ اگرچہ میں نے اس جہان میں دولت بے شمار پیدا کی پر کچھ حاصل نہیں ہوا کس واسطے ایک بھی لڑکا نہ ہوا۔ جو بعد میرے اس گھر کو روشن کرتا۔ اور اس دولت کو اپنے قبضے میں لاتا۔ اور اپنے جد امجد کا نام روشن کرتا افسوس صد افسوس۔ میر حسن

کسی کی طرف سے نہیں مجھکو غم　　مگر ایک اولاد کا ہے الم

خیر اب یہی بہتر ہے۔ کہ اپنے جیتے جی اس زر بے بنیاد کو تمام مولا کے نام لٹا دوں۔ اور فقیر و غریب غربا اور یتیموں کو کھلا دوں۔ اور آپ فقیر ہو کر یاد الٰہی میں مشغول رہوں۔ میر درد

اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے　　لوح مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے

یہ بات اپنے جی میں ٹھہرا کر گریبان کو مثل گل چاک کر ڈالا۔ اور یہاں تک زر نقد صبح سے شام تک اس نے لٹایا۔ کہ ہر ایک غریب و فقیر غنی ہو گیا۔ اور آپ ایک ٹوٹے سے بوریئے پر لنگوٹ کھینچکر اسی طرح سے بھوکا پیاسا پڑا رہا۔ اسی شب کو بعد آدھی رات کے کیا خواب

دیکھتا ہے۔ کہ ایک شخص اجنبی سا اس کے سامنے کھڑا ہے۔ اسنے اس سے پُوچھا۔ کہ اے عزیز تُو کون ہے
وُہ بولا میں اصل میں صُورت تیرے بخت کی ہُوں۔ تُونے جو آج مال و اسباب خدا کی راہ میں خیرات کیا
اَور کچھ اپنے واسطے نہ رکھا۔ اس واسطے میں کہنے آیا ہُوں کہ کل صُبح کو برہمن کی صُورت بن کر تیرے پاس
آؤں گا۔ تو مجھے مارے لاٹھیوں کے مار ڈالیو جس گھڑی میرا دم بدن سے نکلے گا تمام سونے بن جاؤنگا
جس عضُو کو تو چاہنا کاٹ لینا۔ وہ عضُو پھر اُسیوقت درست ہو جاونگا۔ اَور تیرے ہاتھ بہت سا
زر لگے گا۔

یہ بات اس کا نصیب کہہ کر اُدھر گیا۔ اُدھر صُبح کو جب اسکی آنکھ کھُلی تو سوائے اپنے اَور لوہے
کے کچھ نہ پایا۔ تب اپنے دل میں متعجب ہو کر کہنے لگا۔ کہ الٰہی مَیں نے یہ کیا خواب دیکھا ہے۔ اَور تعبیر اسکی خُدا
جانتے کیا ہے۔ مجھے معلُوم نہیں تُو کریم کارساز ہے۔ تُو جو چاہے سو کرے۔
آخر وُہ اسی حیرانی میں تھا۔ کہ حجام اپنی کسبت بغل میں دبائے ہُوئے اسکی طرف سے نکلا۔ تو اسنے
پکار لیا۔ اَور اپنے سر کو منڈوالیا۔ اَور اس برہمن کو لاٹھیاں مارنے لگا۔ اَور اس کو یہاں تک مارا۔ کہ وُہ
اپنے جینے سے بیزار ہو کر مر گیا۔ اَور زمین پر گر پڑا۔ اَور ایک تپلا سُرخ دھات یعنی سونے کا ہو گیا۔ سوداگر نے
اس تپلے کو اپنے گھر میں رکھا۔ اَور تھوڑا سا سونا نائی کو دیکر کہنے لگا کہ تو یہ بات زینہار کسی شخص سے نہ
کہنا۔ وُہ اُستاد اپنے دل میں بہت خوش ہُوا۔ کہ یہ نسخہ کیمیا کا ہے۔ حق تعالےٰ نے اچھا
دیا۔ اَور مُفت دیا۔

غرض اس سونے کو بغل میں دبا کر جلدی جلدی اپنے گھر کی طرف آیا۔ اَور ایک لاٹھی موٹی سی
ہاتھ میں لیکر دروازہ پر برہمن کی تاک میں بیٹھ رہا۔ اگر کوئی برہمن ادھر سے آوے تو اسے ماریئے۔ اَور
سونا بنایئے۔

اتنے میں ایک گروہ برہمنوں کا ادھر آنکلا۔ اس نے ان سبھوں کو اپنے گھر میں بُلایا۔ اَور ان کی ضیافت
کی۔ بعد ایک گھڑی کے ایک لاٹھی موٹی سی اُٹھا کر ان بے اختیار مارنا شرُوع کیا۔ اَور یہاں تک مارا کہ
سر ان برہمنوں کے پھُوٹ پھاٹ گئے۔ اَور تمام لہُولہان ہو گئے۔

تب وہ سب کے سب برہمن غل مچانے لگے۔ کہ کوئی ہے کہ خدا تعالےٰ کے واسطے ہمارے
چھُڑانے کو آوے۔ نہیں تو ہم اس حجام کے ہاتھ سے مُفت مارے جاتے ہیں۔ یہ سن کر محلے والوں نے
دَوڑنا شرُوع کیا۔ اَور نائی کو باندھ کر حاکم کے پاس لے گئے اَور کہنے لگے خداوند دیکھئے اب ہم اس زمانہ
میں مرتے ہیں۔ اَور آپ کے زمانہ میں نائی برہمنوں کا خون کرتے ہیں۔ حاکم نے حجام سے پُوچھا کہ تو

تو نے کس تقصیر پر ان غریبوں کو مارا۔ اور کس خطا پر ان بے چاروں کا سر توڑا۔ اس نے کہا کہ حضرت سلامت میں آج فجر کو فلانے سوداگر کے گھر اصلاح بنانے گیا تھا۔ میرے سامنے ہی ایک برہمن اس کے پاس آیا۔ اور اس نے دو چار لاٹھیاں اسے ماریں۔ اور وہ مرتے ہی سونا ہوگیا۔ میں نے معلوم کیا۔ کہ اگر کوئی برہمن کو لاٹھیوں سے مارے تو وہ سونا ہو جاوے۔

میں نے بھی اپنی اس طمع پر ان برہمنوں کو مارا کہ شاید وہ سونا ہو جاویں گے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی زر نہ ہوا۔ بلکہ اور فتنہ برپا ہوا۔ یہ خطا مجھ سے ہوئی۔ جو طبیعت چاہے سو کیجئے۔

تب حاکم نے اس سوداگر کو بلوایا اور کہا کہ یہ حجام کیا کہتا ہے۔ سنو اور جو احوال ہو سچ کہو۔ میں نے یوں سنا ہے۔ کہ تم نے ایک برہمن کو مار کر آج سونا بنایا ہے۔ اور یہ نائی بھی کئی برہمنوں کو ادھ مرا کرکے کشتہ کیا چاہتا تھا۔ اس نے کہا بندہ نواز یہ میرا نوکر ہے۔ آج کئی دن سے دیوانوں کی طرح سے پھرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے اسے مارتا ہے۔ اور ہر ایک گلی کوچہ میں بلکہ تمام شہر میں غل مچاتا پھرتا ہے مجھ کو اس سے کیا۔

مثل مشہور ہے۔ جس کا خون اسی گردن پر۔ آپ حاکم ہیں جو مناسب ہو وہ کیجئے۔ میں کس واسطے کسی کو ماروں گا۔ حاکم نے اس کا کہنا باور کیا۔ اور ان سبھوں کو دم دلاسا دے کر رخصت کیا۔ پھر اس حجام کو سزا دی۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کرکے خجستہ سے کہا۔ کہ اگر تجھے جانا ہے۔ تو جا کیونکہ اب وقت آخیر ہے اور نہیں تو کل سر شام سے چلے جانا۔ کہ بانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جائے۔ اور اپنے دلبر سے ملے اتنے میں صبح صادق ہوگئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھا اور رونے لگی۔ بیت

ہجراں کے شب و روز کا اک طرفہ الم ہے ۔۔۔ شب گذرے ہے اندوہ میں اور دن کو بھی غم ہے

چونتیسویں داستان مینڈک اور زنبور اور مرغ کی۔ جنہوں نے متفق ہو کر ہاتھی کو مار ڈالا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ رخصت لینے طوطے کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ اے طوطے تو کچھ میرے بھی احوال سے واقف ہے۔ کہ اب دن بدن ناتواں ہوتی جاتی ہوں۔ اور رنگ میرا

نقاہت سے زرد ہوتا جاتا ہے۔ اور جہان کی کسی چیز پر دل نہیں لگتا۔ اور کسی سے بولنے یا بات کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ **بیت**

تجھ بن بابِ غم سے فرصت اک ذرا ہیہات نہیں ۔۔۔ دامن سے منہ ڈھانکے رکھنا دو نا بھی کچھ بات نہیں

سبب کیا کہ دل سے تعلق ہے سب ۔۔۔ نہ ہو دل تو پھر بات بھی ہے غضب

طوطا کہنے لگا کہ اے کدبانو تو اپنے دل میں کچھ اندیشہ نہ کر۔ اور اپنے دل میں نا امیدی کو راہ نہ دے۔ خداوند کریم پر نظر رکھ کہ وہ مسبب الاسباب ہے۔ دعا تیری ضرور قبول فرمائے گا۔ اور تمنا دلی بر لائے گا۔ **بیت** ؏

نہ کرنا کبھی یاس کی گفتگو ۔۔۔ کہ قرآں میں آیا ہے لا تقنطوا

اب میں تیرے کام کی سعی کرتا ہوں۔ تو کس واسطے اپنی جوانی کو جلاتی ہے۔ اور تو کیوں آنسوؤں سے دامن بھگوتی ہے۔ میں بے قرار تیرے دوست کے پاس تجھے پہنچاؤں۔ خجستہ کہنے لگی اے پیارے کیا تعجب ہے کہ ہم دونوں ایک دل ہو کر کوشش کرتے ہیں۔ اس پر بھی یہ کام سر انجام نہیں ہوتا۔ یہ حکمت الٰہی ہے۔ اور میرے نصیب کیسے برگشتہ ہیں۔ کہ آنکھوں میں آنسو بھرے رہتے ہیں۔ ہیہات ہیہات

طوطا یہ سن کر کہنے لگا کہ اے خجستہ یہ کیا کہتی ہے تو نے نہیں سنا کہ مینڈک اور زنبور اور مرغ ہر ایک آپس میں متفق ہوئے اور ہاتھی کو مار ڈالا۔ باوجود اس کے کہ وہ بڑا مہیب جانور تھا۔ اور یہ کونسا بڑا کام ہے کہ وہ مجھ سے اور تم سے نہ ہو سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب بہت قریب ہے کہ تو اپنے یار سے ملے گی۔ اور عیش کرے گی۔ خجستہ نے جواب دیا کہ تیرے منہ میں گھی اور شکر۔ خدا تعالیٰ تجھ کو خوش رکھے۔ جو تو ایسی باتیں کر کے میرا دل بہلاتا ہے۔ پر ان کی نقل کیونکر ہے بیان کر۔

حکایت۔ طوطا کہنے لگا کہ کسی شہر میں ایک درخت تھا۔ اور اس کی ڈالیاں گنجان تھیں اس پر ایک ممولا (چڑیا) کا جوڑا رہتا تھا۔ اتفاقاً اس نے انڈے جو دیئے۔ تو ناگاہ ایک ہاتھی مست اس جگہ پہنچا۔ اور اس درخت سے اپنی پیٹھ رگڑنے لگا۔ اس کے صدمے سے وہ درخت جو ہلا تو انڈے گر پڑے۔ تب وہ ممولا غم کے مارے اپنی مادہ کو چھوڑ کر کسی اور درخت پر جا بیٹھا۔ اور آہ و زاری کرنے لگا۔ مثل مشہور ہے۔ کہ بلی کے آگے چوہے کا کیا بس چلے۔

لیکن اپنے جی میں کہتا تھا۔ کہ ایسے دشمن زبردست سے بدلہ کس طرح سے لینا چاہیے۔ یہ خیال کرکے اپنے دوست کے پاس گیا۔ کہ جسے مرغ دراز لوک کہتے ہیں۔ اور احوال گذرا ہوا سب اس کے آگے بیان کیا۔ کہ بھائی ناحق ایک فیل نے میرے اوپر ظلم کیا ہے۔ کہ بیان نہیں کر سکتا۔ کچھ نہ کچھ ایسی تدبیر کرنی چاہیے۔ کہ وہ مارا جائے۔ اور میں اپنی داد کو پہنچوں۔ میرا بدلہ اس سے لے کیونکہ تو میرا دوست ہے۔ اور دوست وقت پر کام آتے ہیں۔ اس نے کہا بھائی ہاتھی کا مارنا بہت دشوار ہے مجھ اکیلے سے نہ ہو سکے گا۔ مگر ایک زنبور ہے میں اس کو نہایت دوست سمجھتا ہوں۔ اور وہ مجھ سے نہایت دانا ہے۔ اس سے مشورہ کرنا چاہیے۔ وہ جو کچھ کہے اس پر عمل کیجیے۔

غرض ان دونوں نے اپنے تئیں اس کے پاس پہنچایا۔ اور یہ تمام احوال ظاہر کیا۔ اس زنبور نے یہ بات سنکر بہت افسوس کھایا۔ اور کہا کہ میں ایک مدت سے دوستوں کے کام پر کمر باندھے پھرتا ہوں۔ مگر ساتھ ایک مینڈک کے بخوبی تمام آشنائی رکھتا ہوں۔ اور وہ اپنی قوم کے لشکر کا سردار بھی ہے۔ اس سے اس بات کو جا کر سنانا چاہیے۔ پھر وہ جو کہے اس کے کہنے پر عمل کیجیے کیونکہ اس کی تدبیر کبھی خطا نہیں کرے گی۔

بہرصورت ان تینوں نے اپنے تئیں اس مینڈک کے پاس پہنچایا۔ اور اس احوال کو موبمو اس کے آگے ظاہر کیا۔ اور اس سے مدد چاہی۔

تب مینڈک نے شکر خورے کے احوال پر اور انڈوں کے پھوٹنے پر رحم کھایا۔ اور کہا اے شکر خورے تو خاطر جمع رکھ مجھ کو بھی اس کے مارنے کی ایک تدبیر سوجھی ہے۔ [illegible] کرتے ہیں وہ کیا چیز ہے۔ وہ تدبیر یہ ہے۔ کہ پہلے زنبور اس کے پاس جائے۔ اور اپنی آواز دلچسپ اس کو سنائے اور فیل کو مست کرے۔ جب وہ مستی پر آوے تب یہ مرغ دراز لوک اپنی چونچ سے اس کی آنکھ نکالے کہ جہاں اس کی آنکھیں روشن ہیں تاریک ہو جاویں۔

پھر بعد کئی دن کے جب وہ مارے پیاس کے تنگ ہوگا تب میں اس کے آگے بولنا شروع کروں گا۔ تو وہ معلوم کرے گا۔ کہ جس جگہ مینڈک بولتا ہے۔ وہاں ضرور پانی ہوتا ہے۔ اس شبہ سے وہ قدم آگے بڑھائے گا۔ اور میں پچھلے پاؤں ہٹوں گا۔ اسی طرح سے آہستہ آہستہ بہلائے لے جاؤں گا۔ اور ایک غار میں گرا دوں گا۔ پھر اس کی آواز کوئی بھی نہ سنے گا۔ اور وہ بھی وہاں سے قیامت تک نہ نکل سکے گا۔ آپ ہی آپ بیک بارے بھوک اور پیاس کے مر جائے گا۔

آخر کار اسی بات پر ہر ایک آپس میں متفق ہوئے۔ اور اسی حکمت سے اس ہاتھی کو ہلاک کیا۔
طوطے نے یہ سخن تمام کر کے کہا۔ کہ اے خجستہ ان دو تین جانوروں نے جو اپنی نہایت معمولی ہمت باندھی تو ایسے زبردست ہاتھی کو مار ڈالا۔ اور اپنا بدلہ لیا۔ تو کیوں ٹھنڈی ٹھنڈی آہیں بھرتی ہے۔ ہم دونوں شخص ہمت باندھیں گے۔ تو کیا دخل ہے۔ جو کام نہ ہو۔
خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے۔ اور اسے اپنے گلے لگا دے۔ کہ اتنے میں پو پھٹی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھا اور رونے لگی۔ بیت

اس سحر کی دلا عداوت ہے   شام ہوتی نظر نہیں آتی

پنتیسویں داستان کہ چین کے بادشاہ کا شہزادی روم پر عاشق ہونا۔ اور اس کو اپنے نکاح میں لانا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا تب خجستہ آنکھیں سرخ رنگ زرد ہونٹھ نیلے منہ پریشان چاک گریبان آدھے کپڑے پہنے حالت سوگواروں کی سی صورت بنائے ہوئے طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی اے طوطے میں نے اکثر بزرگوں کی زبان سے سنا ہے۔ کہ ایک شخص نے کسی دانا سے پوچھا۔ کہ عشق کیا چیز ہے۔ تب اس نے کہا کہ عشق کو ملک الموت کہتے ہیں اور جاننے والے اس کو آفت ناگہانی کہتے ہیں۔ بیت

عشق جس کے تئیں ستاتا ہے   وہ بچارہ جہاں سے جاتا ہے

اور میرا بھی احوال اس کم بخت نے یہاں تک پہنچا دیا ہے۔ کہ میرا جی ہی جانتا ہے۔ اب کے بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹے کان۔
طوطا کہنے لگا اے خجستہ کہنے میں اور کرنے میں بڑا فرق ہے۔ یہ کیا کہتی ہے۔ عاشق کو صبر سے کیا نسبت۔ اور بیمار کو آہ وزاری سے کیا فرحت۔ بیت

جسے عشق کا تیر کاری لگے   اسے زندگی جگ میں بھاری لگے

اگر عاشق و معشوق نہ رہتے تو کوئی کسی پر نہ مرتا۔ اور وہ بھی بادشاہزادی اپنا بیاہ نہ کرتی کیونکہ وہ ایک مدت تک مرد کے نام سے بیزار تھی۔ آخر بے شوہر نہ رہی اور خصم کر ہی بیٹھی۔ خجستہ نے پوچھا کہ اس کی داستان کیونکر ہے بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا کہ کسی وقت میں ایک چین کا بادشاہ تھا۔ نہایت ہی عمدہ وہ ایک بادشاہ ایک وزیر عقلمند اور دانا رکھتا تھا۔ اتفاقاً وہ ایک دن اپنے محل میں بے خبر سوتا تھا۔ اتنے میں اسکے وزیر کو کچھ ایسے ہی ایک کام اہم میں مصلحت کرنی ضروری پڑی۔ اس وجہ سے اسنے اپنے بادشاہ کو آکر بیدار کیا۔ اور وہ چونکتے ہی نیچہ اٹھا کر اس کے پیچھے دوڑا۔ اور وزیر اس کے آگے سے بھاگ کر کسی شہر میں جا کر چھپ رہا۔ تب یہ طیش میں بھرا ہوا اپنے تخت پر جا بیٹھا۔ اور مونچھوں پر تاؤ دینے لگا۔ اور ہاتھ زانو پر مارتا تھا۔ اور جامہ گلے کا پھاڑتا تھا۔ بے اختیار ہو ہو کر غل مچاتا تھا۔ ارکان دولت نے عرض کی کہ جہاں پناہ آپ کو کیا ہوا۔ جو آپ سے خلاف وضع حرکات ظہور میں آتی ہیں۔ ان خانہ زادوں کو معلوم نہیں ہوتا۔ اور وزیر نے ایسی کیا تقصیر کی ہے۔ کہ جس کیواسطے قبلہ عالم نے اتنی تکلیف کھینچی ہے۔ کچھ ارشاد ہو تاکہ اور لوگ ایسی بے ادبی سے باز رہیں۔ اور نمک حلالی پہ کمر باندھیں۔

تب بادشاہ نے ان پر رحم کھایا۔ اور فرمایا کہ بھائی میں ابھی ابھی سوتے سوتے کیا خواب دیکھتا ہوں۔ کہ میں کسی اور بادشاہت میں گیا ہوں۔ اور وہاں کی شہزادی سے اختلاط کرتا ہوں۔ وہ کبھی میرے ہاتھ کی بلائیں لیتی ہے۔ اور میں کبھی اس کے پاؤں پر سر رکھتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ کچھ حظ دنیاوی اٹھاؤں۔ اتنے میں اس وزیر کم بخت نے آکر خواہ مخواہ مجھ کو جگایا۔ اور زندگی سے بے مزہ کیا۔ اس بات کو سُن کر انھوں نے عرض کی۔ کہ خداوند وہ شہزادی کسی پر مائل ہے۔ تب بادشاہ نے ایک آہ کھینچی اور یہ قطعہ پڑھا۔ اشعار

تعلق سے چھُڑا دے شاد کر دے الٰہی اب مجھے آزاد کر دے
میری شیریں دہن کی کچھ نہ پوچھو جسے چاہے اُسے فرہاد کر دے

اتفاقاً بادشاہ کے وزیروں میں سے ایک وزیر مصوری خوب جانتا تھا۔ اس نے بموجب فرمائش بادشاہ کے اس شہزادی کی شکل کے موافق ایک تصویر کھینچی۔ اور آپ ایک گذرگاہ میں جا بیٹھا۔ اور جو کوئی ادھر اُدھر سے مسافر دور دراز کے راستے سے آتا تھا۔ تو یہ اس سے پوچھتا تھا۔ کہ تو نے اس صورت کی کہیں عورت دیکھی ہے۔ تو خبر کر دے یا سُنی ہو تو کہہ دے پر کوئی شخص اس کا جواب نہ دیتا تھا۔

اتفاقاً بعد ایک مدت کے کسی طرف سے ایک سیاح وہاں آنکلا۔ اور اس کے پاس بیٹھ کر کچھ ناشتہ کرنے لگا۔ جب اس وزیر نے اسے تصویر دکھلائی۔ اور یہ بات کہی کہ اے

سیاح سچ کہہ کہ تو نے کہیں اس شکل کی رنڈی دیکھی ہے۔ تب اس درویش نے کہا۔ کہ بابا میں اس سے خوب واقف ہوں۔ یہ رُوم کی شہزادی ہے۔ باوجود اس حسن کے آج تک اس نے کسی کو شوہر نہیں کیا۔ مرد کے نام سے خفا ہوتی ہے۔ سبب یہ ہے۔ کہ کبھی وقت میں وہ شہزادی بارہ دری میں بیٹھی ہوئی ایک باغ کی سیر کرتی تھی۔ اس باغ میں ایک طاؤس کے جوڑے نے کسی درخت پر انڈے دیئے تھے۔ اور آپس میں ملے ہوئے ان انڈوں کو سیتے تھے اتنے میں اس گلستان کو یکایک آگ لگی۔ یہاں تک کہ تمام درخت دگل جل گئے۔

جب اس طاؤس کو آگ لگی۔ تو برداشت نہ رہی۔ تب ناچار مادہ کو وہیں چھوڑ کر آپ نے اس آشیانے سے پرواز کیا۔ اور اس کی مورنی نے ہرچند کہا۔ کہ اے مور اس وقت مجھے اس آفت میں نہ چھوڑ۔ اگر تو میری اُلفت نہیں رکھتا۔ تو ان بچوں کی اُلفت میں رہ۔ اُس نے ہرگز اس کا کہنا نہ مانا۔ اور وہاں سے اُڑ ہی گیا۔ اور وہ مورنی مارے محبت کے انڈوں پر سے نہ اُٹھی۔ اور وہیں جلکر راکھ ہو گئی۔

شاہزادی نے جس روز سے یہ بے وفائی نر کی دیکھی ہے۔ اُس دن سے تا حال مرد سے نفرت کرتی ہے۔ اور مرد کا نام نہیں لیتی ہے۔ وزیر اس بات سے نہایت ہی خوش ہوا۔ اور جا کر اپنے بادشاہ سے عرض کی۔ کہ جہاں پناہ نے جس شاہزادی کو خواب میں دیکھا تھا۔ اور میں اس کی تصویر کھینچکر سر راہ بیٹھ رہا تھا۔ جو کوئی ادھر سے گذرتا تھا میں اسے تصویر دکھا کر نشان پوچھتا تھا۔ پرے آج ایک فقیر سیاح کہیں سے چلا آیا۔ تو میں نے یہ تصویر اس کو دکھائی۔ اسنے دیکھتے ہی کہ یہ رُوم کی شہزادی کی تصویر ہے۔ بادشاہ اس مژدہ سے بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا کہ اے وزیر آج ہی کسی آدمی کو شہر رُوم میں بھیجو۔ کہ وہ اس ملکہ کی خواب نگاہ کرے۔ وزیر نے جناب بادشاہ میں عرض کی۔ کہ اگر حکم ہو تو میں جاؤں۔ اور تصویر خداوندی کی دکھاؤں۔ جس صورت سے آپ اس کی تصویر کو خواب میں دیکھ کر عاشق ہوئے ہیں۔ وہ بھی اسی طرح سے ظاہر آپ کی صورت دیکھ کر شیفتہ ہوگی۔

آخر کار وزیر حضور سے رخصت ہوا۔ اور اس ملک میں جا پہنچا۔ اور اپنے تئیں مصوروں میں مشہور کیا۔ یہ خبر ملکہ کو پہنچی کہ مصور تمہارے شہر میں لاثانی ہے۔ کہ ایسا دیکھا نہ سنا۔ تب یہ سن کر شہزادی نے کہا۔ کہ اس کو ہمارے پاس لے آؤ۔ کہ وہ ہمارے محل میں نقش و نگار کرے اور جیسی تصویریں اس کا جی چاہے ویسی کھینچے۔ حاصل کلام وزیر اس کے محل میں گیا۔ اور اپنے

ہی بادشاہ کی تصویر مع شکارگاہ اس کے محل میں کھینچی۔
شاہزادی نے جو نقش و نگار اور تصویرات کو دیکھا۔ تو متعجب ہو کر کہنے لگی۔ کہ یہ تصویر کس کی ہے۔ اور یہ کونسی جگہ ہے۔ تب اس نے عرض کی۔ کہ شہزادی یہ تصویر چین کے بادشاہ کی ہے۔ اور یہ شکارگاہ اُس کے رُتبے کے مُشابہ ہے۔ اور یہ جانور اور ہرن کے بچّے انہیں جانوروں کی ہیئت رکھتے ہیں۔
ایک دن بادشاہ اپنے بالاخانے پر بیٹھا ہُوا صحرا کی سیر کر رہا تھا۔ اتنے میں ایک طرف سے ایسا سیلاب آیا۔ کہ جس میں ایک جوڑا ہرن کا بھی اپنے بچّوں کو لئے ہُوئے کسی درخت کے نیچے بیٹھا۔ سیلاب کو دیکھتے ہی ہرنی اپنی جان کی دہشت سے بچّوں سمیت ہرن کو چھوڑ بے دردوں کی طرح بھاگی۔ ہرن نے ہر چند پکارا کہ اے ہرنی یہ وقت بے وفائی کا نہیں ہے۔ ایک دم ٹھہر مجھے مت چھوڑ اور ان بچّوں پر رحم کر۔ ان سے مُنہ نہ موڑ۔ اس نے یہ بات ہرن کی مُطلق نہ سُنی۔ اور کیا جانے آپ کہاں گئی۔ اور وہ ہرن مارے اُلفت کے اپنے بچّوں سے جُدا نہ ہُوا۔ آخر میں اسی سیلاب میں بچّوں سمیت ڈوب گیا۔
اے ملکہ جس روز سے بادشاہ نے یہ بے مروّتی مادہ کی دیکھی ہے۔ اُسی دن سے شادی اُس نے نہیں کرنا۔ عورت کے نام سے سو سو کوس بھاگتا ہے۔ ملکہ نے جو یہ بات سُنی تو حال تصویر کا اپنی داستان کے مُطابق جانا۔ اور کہا اے مصوّر حال میرا اور اس کا یکساں ہے۔ کیونکہ میں نے نر کو بے رحم دیکھا۔ اس واسطے مرد سے ہاتھ اٹھایا۔ اور اس نے ہرنی کو دیکھ کر عورت سے کنارہ کیا۔ اگر ہماری شادی اس کے ساتھ ہو۔ تو کیا خوب ہو۔ آخرکار دوسرے دن شاہزادی نے اپنا وکیل اس کے پاس بھیجا۔ اور نکاح کرنے پر راضی ہُوئی۔ طوطے نے جب یہ داستان یہاں تک پہنچائی۔ تو خجستہ سے کہا۔ اے بی بی تو کہتی ہے۔ کہ اس سے دوستی ترک کروں گی۔ اگر یہ بات کسی سے ترک ہوتی تو وہ ملکہ اپنی شادی چین کے بادشاہ سے نہ کرتی۔ پھر اس سخن سے ہاتھ اُٹھایئے۔ اور اپنے معشوق سے صحبت عیش گرم کیجئے۔ خجستہ نے یہ سُنتے ہی چاہا کہ اپنے تئیں اس کے پاس پہنچا دے۔ اور اسے اپنے گلے لگا وے۔ کہ صبح ہو گئی جانا اس کا موقوف ہُوا۔ تب یہ بیت پڑھا۔ اور رونے لگی۔

بیت

کاش کہ رات جی نکل جاتا
اس سحر کو خدا نہ دِکھلاتا!

چھبیسویں داستان دوستی گدھے اور بارہ سینگے کی۔ اور گرفتار ہونا دونوں کا باغبان کے ہاتھ سے

جب سورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ تیلی کمر بھری باز و اُبھرا جوبن نرم لب قد وقامت سرو کا ساگول سرین جھلکتی ہوئی سنہری ساقین بلورین اشتیاق میں بھری ہوئی۔ میر حسن

قد وقامت آفت کا ٹکڑہ تمام   قیامت کرے جس کو جھک کر سلام

غرض اس انداز سے طوطے کے پاس رخصت لینے آئی۔ اور کہنے لگی اے طوطے میں نے بارہا صاحب عزتوں کی زبان سے سُنا ہے۔ کہ بادشاہ عبد العزیز نام نہ شب کو سوتا تھا نہ دن کو آرام کرتا۔ کسی شخص نے کہا اے بادشاہ جہاں پناہ کیا سبب ہے۔ کہ نہ شب کو سوتے ہو نہ دن کو آرام کرتے ہو۔ بادشاہ نے کہا اے شخص اگر شب کو سوؤں تو عبادت خدا نہ ہو سکے۔ اور اگر دن کو آرام کروں تو رعیت تباہ ہو جاوے۔ اس لئے میں نے آرام شب و روز کا اپنے اوپر حرام کیا ہے پس اسلئے یہ میرا احوال ہوا ہے اور اسی اندیشے میں پڑی رہتی ہوں۔ اگر یار کے پاس جاؤں۔ تو خدا کے نہ ہاتھ اٹھاؤں۔ اور اگر خاوند کے گھر رہوں۔ تو اس کی دوستی سے باز رہوں۔ اس سے بہتر یہی ہے۔ کہ ان دونوں سے کنارہ کروں اور آبرو اور عصمت سے ایک گوشہ میں بیٹھ رہوں بیت

دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا   سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

خجستہ کی یہ بات سن کر طوطا قہقہہ مار کر ہنسا اور کہنے لگا اے خجستہ اب حرمت ڈھونڈھتی ہے۔ کیا خوب تو یہ نہیں جانتی کہ ہر ایک چیز کا وقت مقرر ہے۔ سُنتا ہے اے دیوانے جب دل دیا تو پھر کیا۔ بیت

سودا ہوئے جو عاشق کیا پاس آبرو کا   سُنتا ہے اے دیوانے جب دل دیا تو پھر کیا

اے بی بی اب سوچتی کیا ہے خیر تیرا کام بھی اس دراز گوش کی طرح ہوا۔ کہ بے محل گا اٹھا۔ اور پکڑا گیا۔ تب خجستہ نے پوچھا کہ اس کی نقل کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت طوطا کہنے لگا۔ کہ کہنے والوں نے یوں کہا ہے۔ کہ کسی ملک میں ایک گدھا کسی بارہ سینگے سے دوستی رکھتا تھا۔ اور وہ دونوں آپس میں ملے جلے رہتے تھے۔ اور ایک ہی جنگل میں چرا کرتے تھے۔ اتفاقاً کسی رات بہار کے موسم میں دونوں مل کر کسی باغ میں گھاس چرنے گئے۔ جب پیٹ بھر چکا تب گدھا بارہ سینگے سے کہنے لگا۔ بھائی میرا جی چاہتا ہے۔ کہ دل کھول کر گائیے۔ اور جی خوش کیجئے۔ کیوں کہ اس وقت باد بہار

سے مغز معطّر ہو رہا ہے۔ اور ہوائے سرد سے دل مسرور ہو رہا ہے۔ یہ بات سن کر گوزن کہنے لگا۔ کیا خوب یہ وہی بات پیش آئی۔ کہ گدھے کو خشکا۔ بھائی اپنی فکر کر اور اگر کچھ کہنا ہے۔ تو اپنی پالان اور دھوبی کے باندھنے کا کھونٹا یاد کر لے یقین جان کہ کوئی آواز تیری آواز سے بدتر نہیں۔ گدھے کو باندھنے سے کیا کام۔ اس باغ میں ہم تم چوری آئے ہیں۔ اگر اس وقت تو گائیگا۔ تو باغبان چونک اُٹھے گا۔ اور کتنے لوگوں کو پکاریگا۔ پھر تو بھی باندھا جائیگا۔ اور مجھے بھی بندھوائیگا یہ بھی ویسا ہی قصہ ہے۔ کہ جیسا ان چوروں نے اپنی نادانی سے صدمہ اٹھایا۔ اور آخر کو مارے گئے۔

حکایت۔ سُنا ہے کہ ایک رات کئی چور باہم ملکر ایک دولتمند کے گھر چوری کرنے گئے اس کے مکان دلچسپ میں ایک قرابہ شراب سے بھرا ہوا پاکر آپس میں کہنے لگے۔ کہ اب جو ہو گیا سو ہو گیا۔ بالفعل اس جگہ یہ شراب پیجئے۔ پھر چوری کا وقت بھی قریب آجائے گا۔ بعد اس کے موافق اپنی باربرداری کے چور آئے۔ اور گھر جاکر اس اسباب وردی کو غنیمت سمجھے۔ یہ بات کرکے آدھی رات تک خواب مے خواری کی۔ اور خوشی خوشی نشہ میں آکر غوغا کرنے لگے اور اسباب چرانے لگے۔ غرض کہ عالم نشہ میں چوری کرتے تھے۔ اور اسباب باندھتے تھے۔

اتنے میں صاحب خانہ چونکا۔ اور اپنے محلے کے لوگوں کو جمع کرکے ان سبھوں کو باندھ لیا۔ یہ سُن کر پھر دراز گوش نے کہا۔ استغفر اللہ تو کیا جانتا ہے میں شہر کا رہنے والا ہوں گانے پر مرتا ہوں تو بیچارہ جنگلی اس مزے سے کیا واقف ہے۔ جو کچھ ہو سو ہو میں تو گیت گاؤنگا تجھے سننے سے کیا ہوگا تو نہ سننا

غرض گدھے نے بارہ سینگے کا کہنا نہ مانا۔ اور اپنا منہ آسمان کی طرف پسار کر بلا رہے تار گانے لگا اور باغبان اس کی آواز سن کر چونکا۔ اور کئی شخصوں کو بلا کر ان دونوں کو چونچیا کرکے مارنا شروع کیا۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کرکے کہا کہ اے کدبانو جو کوئی وقت کے موافق کام نہیں کرتا۔ وہ یہی دیکھتا ہے۔ کہ ہر کوئی ہر ایک وقت کو دریافت کرتا ہے۔ اب یہی بہتر ہے کہ تو جا اور اپنے اس ناامیدی اُمید بر لا خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے اتنے میں صبح ہو گئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ تو رونے لگی اور جانا اس کا موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھنے لگی۔ بیت۔

اُس مہ جبیں سے میرے مجھے کیوں جدا کیا ۔۔۔ اے صبح کینہ ور یہ ستم تونے کیا کیا

سینتیسویں داستان عاشق ہونا ایک بادشاہ کا روم کی لڑکی پر حکم قتل کا دینا اُسکی لڑکی کو

جب آفتاب چھپا اور چاند نکلا خجستہ یاس سے بھری ہوئی رخصت لینے طوطے کے پاس گئی۔ اور

کہنے لگی اے طوطے میں ہر ایک شب رخصت لینے تیرے پاس آتی ہوں۔ اور حال اپنی بیقراری کا سناتی ہوں۔ پر مجھے تو نمک کا حق ادا نہیں کرتا۔ اور مجھے ٹھنڈے رخصت نہیں کرتا۔ وائے نصیب۔ رباعی

کہتی ہوں جناب حق میں ڈرتے ڈرتے　　مدت گذری دعائیں کرتے کرتے

قدرت ہے اس کو یہ کہ مجھ سا مجرم　　منہ یار کا دیکھ لیویں مرتے مرتے

اس قدر نمک میرے دل ریش پہ مت چھڑک۔ اور اس قدر مجھ ستائی ہوئی کو مت ستا تجھکو لازم ہے۔ کہ اب جلد رخصت دے طوطا کہنے لگا اے خجستہ آج شب جس طرح سے بنے اسی طرح جا۔ اور اپنے معشوق کو گلے لگا۔ ابیات

جہاں کے یونہی ہیں سبھی کاروبار　　دلے حاصل عمر ہے وصل یار

شب ماہ وصل پی کے باہم شراب　　مہ و مہر کو رشک سے کر کباب

اگر سوائے میرے اس حال سے اور کوئی آگاہ ہو تو تو بھی ویسی ہی تدبیر کرنا جیسی کہ روم کی شہزادی نے اس پاکدامنی کے ساتھ کی تھی۔ کدبانو نے پوچھا کہ اس کی حکایت کیونکر ہے۔ بیان کر۔ حکایت۔ طوطا کہنے لگا ایک بادشاہ روم کی بادشاہت کے قریب رہتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن اس کے وزیر نے کہا۔ اے جہاں پناہ روم کا بادشاہ ایک خوبصورت لڑکی رکھتا ہے۔ کہ بس بیت

عجب طرح کا نور ہے جانفزا　　کہ مہ جس کے ہو روبرو تکلہا

اگر وہ اپنی بیٹی جناب عالمپناہ کو بیاہ دے۔ تو کیا خوب۔ بادشاہ نے وزیر کے اس سخن کو نہایت پسند کیا۔ اور ایک ایلچی کے ساتھ معہ سوغات اس لڑکی کی طلب کا پیغام روم کے بادشاہ کو بھیجا جس وقت نامہ بر نے یہ پیغام اس بادشاہ سے جا کر کہا۔ تو بادشاہ سن کر ایلچی پر خفا ہوا۔ اور کہنے لگا اے نامہ بر تیرے بادشاہ نے مجھ کو کیا سمجھا۔ جو اس ڈھب کا پیغام بھیجا۔ اگر میں اپنی بات پہ آتا ہوں۔ تو اس کی سلطنت خاک میں ملاتا ہوں۔ تجھے کیا کہوں چل دور ہو۔ سامنے سے۔ بہتر یہی ہے۔ کہ پھر ادھر منہ نہ کرنا خبردار خیر اسی میں ہے۔ وہ بیچارہ اس کی خفگی سے تھرا گیا۔ اور وہاں سے ناامید پھرا۔

میر حسن

اسے دیکھ غصہ میں وہ ڈر گیا　　کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا

غرضیکہ پچھلے پاؤں بھاگ کر اپنے بادشاہ کے پاس آیا۔ اور وہاں کی واردات بیان کی یہ بات بادشاہ کو نہایت ناگوار معلوم ہوئی۔ اسی گھڑی فوج قاہرہ اپنے ساتھ لیکر چڑھ گیا۔ اور اس کے ملک

کو آن کی آن میں تاخت و تاراج کیا جب وہ تنگ آیا۔ ناچار اپنی لڑکی بیاہ دی، اور اس لڑکی کو خاوند کے ساتھ رخصت کیا۔

غرض وہ بادشاہ اس شہزادی کو ہمراہ لیکر اپنے شہر کو گیا۔ اور اس سے عیش و عشرت کرنے لگا بعد کئی دن کے شہزادی اپنے بیٹے کی جدائی سے جو کہ پہلے خاوند سے ایک لڑکا رکھتی تھی۔ اور نانا کے پاس چھوڑ آئی تھی، بغیر دیکھے اس کے بے قرار ہوئی۔ اور رونے لگی اور بہت غم کیا۔

تصویر بادشاہ کی کہ فوج قاہر لیکر بادشاہ روم پر چڑھا۔ اور اسکا ملک تاخت و تاراج کرنا اور اسکی لڑکی سے شادی کرنا

آخر اس کے بعد یہ بات اپنے جی میں ٹھہرائی کہ کسی بہانے سے اس کو اپنے پاس بلوایئے۔ یہ اسی خیال میں بیٹھی تھی کہ اتنے میں بادشاہ نے اپنا ایک ڈبہ جواہر کا نہایت بیش قیمت کا بھرا ہوا تھا دیا تب بادشاہ سے کہنے لگی کہ آپ نے سنا ہوگا۔ کہ میرے باپ کے پاس ایک ایسا غلام عقلمند اور دانا ہے کہ جواہر کی خوب شناخت کرتا ہے۔ اور اچھا برا بتا دیتا ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اگر اس غلام کو تیرے باپ سے مانگوں تو وہ مجھے دے یا نہ دے۔

اس نے کہا کہ بابا جان نے اس کو بچپن سے فرزند کی طرح پرورش کیا ہے۔ اگر تم اس کی تمنا رکھتے ہو۔ اور اسے بلوانا منظور ہے۔ تو ایک سوداگر میں اپنی طرف سے بھیجوں۔ اور کچھ اپنی نشانی بھی دوں۔ اور بہتری کا امیدوار اس لڑکے کو کروں۔ تو شاید اس سبب سے جہاں پناہ بھیجدیویں بادشاہ نے اسیوقت ایک سوداگر مالدار واسطے تجارت کے روم کی طرف بھیجا جس وقت وہ تا در موجب بادشاہ کے فرمانے کے مال و اسباب واسطے سوداگری لیکر چلا۔ اسوقت شاہزادی نے بادشاہ سے چھپ کر کہا کہ اے سوداگر

کہ وہ لڑکا غلام نہیں ہے۔ بلکہ میرا بیٹا ہے۔ ایک خط میرا دینا۔ اور بادشاہ روم سے یہ پیغام کہو۔ کہ وہ لڑکے کی جدائی سے نہایت غم میں مبتلا ہے۔ یہاں سے غلام کے نام کے ساتھ اُس کو بھیج دیجیے۔ جب وہ تیرے ساتھ آوے۔ تو بخوبی سے آئیو۔ مگر یہ پردہ نہ کھولیو۔

آخر کار وہ سوداگر گیا۔ اور کتنے دنوں کے بعد اُس لڑکے کو لیکر آیا۔ اور اس بادشاہ کے حوالہ کیا۔ بادشاہ نے جو اس لڑکے کو خوبصورت اور ہنرمند پایا۔ تو نہایت خوش ہوا۔ اور اُس تاجر کو ایک خلعت عمدہ بخشا۔ اور اس غلام کو اپنے پاس رکھا۔ اور ماں اس کو روبرو دیکھ لیتی۔ اور سلام و پیام کیساتھ اپنا جی خوش کرتی۔

تصویر سوداگر کی شاہزادی کے لڑکے کو روم سے لاکر بادشاہ کے حوالے کیا

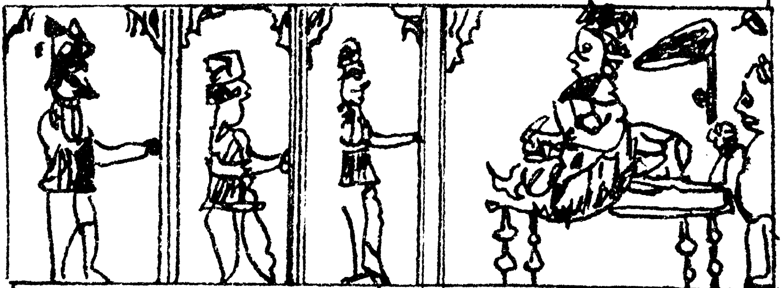

اتفاقاً ایک دن بادشاہ شکار کھیلنے گیا۔ شاہزادی نے فرصت پاکر اس لڑکے کو محل میں بلوایا اور اپنے گلے لگایا۔ اور اس کا سر و منہ چوما۔ اور گذشتہ جدائی کا غم اپنا اس سے کہا۔

یہ خبر خبرداروں نے اسی گھڑی بادشاہ کو پہنچائی۔ کہ آج شہزادی نے جہاں پناہ کے پیچھے اس غلام کو محل میں طلب کیا۔ اور اپنے برابر بٹھلایا ہے۔ یہ خبر وحشت اثر سنتے ہی بادشاہ اپنے دل میں نہایت آزردہ ہوا۔ اور کہنے لگا کہ ایسی عورت سے ڈریئے۔ کہ یہ ڈیوڑھی پر دیوار بناتی ہے۔ کیسا مکر کرکے اپنے یار کو روم سے بلایا ہے۔ اللہ رے کلیجہ۔ پھر آپ جلد شکارگاہ سے محل میں داخل ہوا۔ اور کرسی جواہر نگار پر متفکر ہو کر بیٹھ گیا۔ اس حالت میں شاہزادی نے جو بادشاہ کو دیکھا۔ تو اپنے فہم سے دریافت کیا کہ آج مزاج مبارک پر معلوم ہوتا ہے۔ کیا سبب ہے۔

تب بادشاہ نے کہا۔ کیا خوب تم نے اپنے معشوق کو روم سے بلوا کر ہم بستر ہو۔ اور مجھ سے بے وفائی کرو۔ کیا شوخی اور بے شرمی ہے۔ چاہتا تھا کہ اُسے ہلاک کرتا۔ پر عاشق کو کب مار سکے۔

پھر اپنے جی میں کہنے لگا کہ بی بی کے بدلے غلام کو ماریئے۔

یہ ٹھہرا ایک جلاد کو اشارہ کیا۔ اور کہا کہ اسی گھڑی اس کے سر کو جدا کر۔ یہ سنتے ہی اس لڑکے کو جلاد نے پکڑا۔ اور قتل گاہ میں بٹھا کر پوچھا۔ کہ اے اجل گرفتہ تو یہ نہ جانتا تھا۔ کہ یہ بادشاہ کی بیگم ہے۔ اس سے میں دوستی کروں گا۔ تو کیونکر بچوں گا۔ اور تیرا قدم کیونکر بڑھا۔ جو تو محل بادشاہی میں گیا۔ اس لئے کہا کہ تو ایسی بات نہ کر۔ وہ میری سگی ماں ہے۔ جب میرا باپ مرا تو اس نے اسے اپنا شوہر کیا۔ اور مارے شرم کے احوال اس سے نہ کہا۔ میں جھوٹ نہ کہوں گا۔ مار دو یا چھوڑ دو۔ بیت

قابو میں یوں میں تیرے گو اب بچا تو پھر کیا ! خنجر تلے کسی نے اک دم لیا تو پھر کیا !

اس بات کے سنتے ہی جلاد کو رحم آیا۔ اور اس کے قتل سے باز رہا۔ اور اپنے جی میں کہنے لگا۔ کہ اگر یہ بات بادشاہ پر کھلی کہ اس کا بیٹا ہے۔ تو کیوں مارا۔ اور شہزادی کی خاطر اس لڑکے کو مجھ سے طلب کرے اور میں اس کو اس کے پاس جیتا نہ پہنچاؤں گا۔ تو میں بھی اسی طرح دوسرے کے ہاتھ سے مارا جاؤں گا۔ اس اندیشہ کو دل میں جگہ دیکر بادشاہ سے جا کر عرض کی کہ جہاں پناہ اس کشتی کو وہاں جا کر باڑوں گا جہاں پانی کا نام بھی نہ ہو۔

غرض اس بہانہ سے وہ اس کو بادشاہ سے لے کر اپنے گھر گیا۔ اور چھپا رکھا۔ اور بعد دو دن کے بادشاہ کی جناب میں عرض کی۔ کہ عالم پناہ سلامت اس کا سر قدم مبارک پر نثار ہوا۔ بارے اس بات کے سنتے ہی تھوڑی سی آتش غضب انگیز بادشاہ کی ٹھنڈی ہوئی۔ مگر شہزادی کا اعتبار اٹھ گیا۔ اور اس کی کوکھ میں اور بھی محبت کی آگ بھڑک اٹھی۔ میر حسن

کلیجہ پکڑ وہ تو بس رہ گئی ! کلی کی طرح سے بکس رہ گئی !

بے اختیار رو کر وہ اپنے جی میں کہنے لگی۔ کہ کیا ہوا۔ ادھر بیٹا موا ادھر خاوند چھوٹا۔ قضائے کار ایک دن ایک بڑھیا جو اس کے محل میں رہتی تھی۔ اسنے پوچھا کہ اے بی بی اس جوانی پر یہ غم کس کا کھاتی ہے۔ جو اس طرح سے آٹھ آٹھ آنسو روتی ہے۔ اور منہ ڈھانکے آٹھوں پہر مسند پر پڑی رہتی ہے۔ تب شاہزادی نے سارا احوال اس سے کہا۔ کہ یہ ماجرا مجھ پر گذرا ہے۔ یہ سن کر اسنے عرض کی۔ کہ اے شاہزادی تو خاطر جمع رکھ۔ میں ایک بہانہ سے تیرے بادشاہ کو تجھ پر مہربان کروں گی۔ اور محل میں لے آؤں گی۔ شاہزادی نے کہا اے مادر مہربان اگر اس درد کی دوا کرے گی۔ تو میں تیرے دامن اور جیب کو جواہر سے بھروں گی

آخر کار ایک دن اس پیر زال نے بادشاہ کو تنہا دیکھ کر پوچھا۔ اے شہنشاہ میں تجھے اور

دنوں سے کچھ آج کل متفکر دیکھتی ہوں میں واری جاؤں خیر تو ہے۔ بیت

تجھے خوش رکھے میرا پروردگار　　تری اس جوانی پہ بڑھیا نثار

بادشاہ نے کہا کہ اے اماں نیک بخت میں وہ درد بے درماں رکھتا ہوں۔ کہ جس کا بیان نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ درد یہ ہے۔ کہ شہزادی نے روم سے اس غلام کو بلایا۔ کہ جس پر وہ عاشق تھی اور میں نے اسے قتل کیا۔ پر شہزادی کو مار نہیں سکتا۔ کیونکہ خدا جانے یہ بات جھوٹ ہے۔ یا سچ۔ اور وہ میری معشوقہ ہے۔ اگر بے تقصیر مار ڈالوں۔ اور پھر جھوٹ نکلے۔ تو بدنامی ہو اور جی کی بے قراری اس کے علاوہ ہو۔ یہ عقدہ باعث دل بستگی کا ہے۔

یہ بات سنتے ہی وہ پیرزال کہنے لگی۔ کہ بادشاہ تم اس بات کا کچھ فکر مت کرو۔ میرے پاس ایک تعویذ ہے۔ کہ اس کو جس کسی کی چھاتی پر رکھ دے۔ وہ اپنے دل کا سب احوال خود بخود کہہ دے۔ سو وہ نقش میں تمہیں لکھ دیتی ہوں تم اس کے سینے پر دھر دیکھو۔ اس کے جی میں جو ہوگا وہ سب حال آپ سے کہہ دے گی۔

بادشاہ نے کہا وہ تعویذ جلد لا۔ بڑھیا نے اسی وقت وہ تعویذ بادشاہ کو لا دیا اور آپ شہزادی کے پاس جا کر کہا۔ کہ آج تو سر شام سے ہی جھوٹ موٹ سو رہنا اور جس وقت بادشاہ تیری چھاتی پر تعویذ رکھے۔ تو اسی وقت ہم لوگوں کی طرف سے جو تیرا احوال ٹھیک ٹھیک ہے۔ وہ بخوبی تمام کہہ دینا۔

الغرض کلام جب یہ بات کہہ گئی۔ بادشاہ نے وہ نقش کہ شہزادی کے سینے پر جو رکھا۔ وہیں اس نے سوتے ہی غلام کا حال اور اس کے لڑکے کا احوال سب ٹھیک ٹھیک کہہ دیا۔ بادشاہ نے جو یہ بات سنی تو اسے بلا کر بہت مہربانی کی۔ اور پوچھنے لگا کہ شہزادی سے کہا کہ جانی کس واسطے یہ راز مجھ سے پوشیدہ کیوں رکھا۔ وہ گھبرا کر بولی کہ میں نے کونسی بات چھپائی ہے۔ بادشاہ نے کہا وہ تیرا اسگا بیٹا تھا تو نے غلام کیوں بتایا۔

تب اس نے آنکھیں نیچی کر کے عرض کی کہ مجھ کو شرم معلوم ہوتی تھی کیونکر کہتی۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نے اسی گھڑی جلاد کو بلا کر کہا۔ کہ بہت جلد اس لڑکے کو میرے پاس لے آؤ۔ اور اگر مار ڈالا ہے تو اس کی قبر کہاں ہے۔ بتلا۔ اس نے کہا کہ جہاں پناہ میں نے اسے ابھی تک نہیں مارا ہے۔ وہ خدا کے فضل سے جیتا جاگتا ہے۔ اور موجود ہے۔ یہ بات سنتے ہی بادشاہ نہایت خوش ہوا۔ اور اسی وقت لڑکے کو بلا کر اس کی والدہ کے حوالے کیا۔ اور اس نا شکر نے لڑکے کو گود میں لے کر درگاہ الٰہی میں سجدہ شکر کا ادا کیا۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کرکے کہا کہ اے کدبانو اگر تجھ کو بھی کوئی کام مشکل پڑے تو تو بھی اسی طرح بیان کرنا خیر اب بہت جلد جا۔ اور اپنے معشوق کو گلے لگا۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے۔ اور اپنے معشوق کو گلے لگاوے کہ اتنے میں صبح ہوئی جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھا اور رونے لگی۔ بیت

اے سحر یقیں ہوا مجھکو !! وصل کی شب میں اب نہ دیکھونگی

اٹھتیسویں داستان آنا میمون کا اپنے گھر میں اور مارا جانا بی بی خجستہ کا

اتنے میں میمون یعنی خجستہ کا شوہر سفر سے واپس آیا اور مینا کے پنجرے کو خالی دیکھ کر پوچھی مینا کہاں گئی خجستہ کچھ نہ کچھ بہانا کرتی تھی کہ طوطے نے عرض کی کہ پیرو مرشد ہماری بندگی تو پہنچے اور آپ ادھر تشریف لائیے اور جو کچھ میں کہوں اس بات پر گوش دل سے دھیان لگا کر سنئے اور احوال اس مینا کا اور بی بی خجستہ کا مجھ سے دریافت کیجئے۔ تب میمون نے بات مان کر کہا کہ اے طوطے کیا کیا ہے مفصل بیان کر یہ سن کر طوطا کہنے لگا کہ آپ کی منکوحہ خجستہ بیگم صاحبہ نے کئی مرتبہ اپنے یار کے ملنے کا ارادہ کیا اور مینا سے بھی ذکر کیا وہ کھانا پینا چھوڑ کے آپ کی خیانت سے اور ان کے کہنے سے اس نے اپنی سے بچی جان اور آپ کی بی بی کی عصمت اب تک تو بچائی ہے۔ اور مینا ہماری تو بسبب خجستہ ہی کے شہید ہوئی کیونکہ آپ کی بی بی صاحبہ نے ایک یار جوان کیا ہے اور اس کے پاس جانا چاہتی تھی۔ تو اس نے بلا تامل نصیحت کی۔ بی بی کو یار کے پاس جانے سے منع کیا اسواسطے وہ غریب ماری گئی۔ پر میں نے عقلمندی اور دانائی کی راہ سے کہانیوں اور داستانوں میں آجتک الجھا رکھا۔ اور اپنی جان بچائی۔ اور اس کو جانے سے باز رکھا اب آپ مالک ہیں۔ فقط

قصہ میمون اور خجستہ کا تمام ہوا۔ آگے واللہ اعلم بالصواب

اب خوش رہیں پڑھنے والے اور سننے والے۔ اللہ تعالے سے دعا ہے کہ جیسی میری عصمت رکھی ویسی ہی سب کی عزت اور آبرو رکھے۔ فقط

بشیر احمد خوشنویس لاہور بازار انارکلی

یہ تصویر اُس وقت کی ہے۔ کہ آنا میمون کا گھر میں اور حال دریافت کرنا بی بی خجستہ کا طوطے سے مینا کا پنجرہ خالی دیکھ کر اور مارا جانا بی بی خجستہ کا میمون کے ہاتھ سے

طائرِ حمد و ثنا اس خالقِ زمین و زمان پر قابل نثار ہے۔ کہ جس کی قدرتِ کاملہ نے بلبل ہزار داستان اور طوطی زبان کو شکر ریز کیا۔ کہ جس پر خجستہ دل اور میمون نفس ہر جن و انس بے مفتوں ہُوا ہے

سستی کتابیں ملنے کا پتہ
شیخ غلام علی کتب علی تاجران کتب لاہور بازار کشمیری